نور و عطر

طرحی نعتوں کا مجموعہ

مدیر و مرتب
شکیل رضا

عصرِ حاضر کا ایک منفرد نعتیہ مجموعہ

''ادارۂ ماشاءاللہ'' کے طرحی نعتوں کا مجموعہ

نور و عطر

پیش کش

ادارۂ ماشاءاللہ بنگلور

Title : **NOOR-O-ITAR**
(Colloction of Naath)

Editor & Muratab : Shakeel Raza

Address : No. 5, 23rd Main,
18th Cross, Ramamma Lane,
Ruttanhalli Road, J.P. Nagar
5th Phase, Bangalore - 560 078.

Publisher : MarkaziAnjuman-e-Shama-e-Adab Karnataka

Year : 2012

Price : Rs. 250/-
Pages :

تحفۂ خلوص، بخدمت مکرمی ومحترمی
ڈاکٹر عقیل احمد صاحب
غالب اکیڈمی نئی دہلی

دوسری فخریہ پیش کش

ادارہ ماشاء اللہ بنگلور

نور و عطر

عصر حاضر کا منفرد

طرحی نعتوں کا مجموعہ

شکیل رضا

مدیر و مرتب

ناشر

ساؤتھ انڈیا مرکزی انجمن شمع ادب کرناٹک

نمبر۵/۲۳، مین، ۱۸/کراس، رامنا لین، پٹن ہلی، جے پی نگر، ۵/فیس،
بنگلور۔۵۶۰۰۷۸

کتاب کا نام : نور و عطر

مرتب : شکیل رضا

سن اشاعت : ۲۰۱۲ء

سرورق : عباس میسور، یحیٰی نسیم

کمپیوٹر کمپوزنگ : رخشاں ڈی ٹی پی سنٹر، شیواجی نگر، بنگلور-51

طباعت :

ناشر : ساؤتھ انڈیا مرکزی انجمن شمع ادب کرناٹک بنگلور

قیمت : مبلغ ۲۵۰ صرف

تعداد : ایک ہزار (بارِ اول)

مرتب کا پتہ : نمبر ۲۳/۵، مین، ۱۸ / کراس، رامنا لین، پٹن ہلی روڈ

جے پی نگر ۵/ فیس، بنگلور۔۵۶۰۰۷۸

ملنے کے پتے :

1 مدیر و مرتب کے پتہ پر لکھیے:

2 مکتبہ اسلامی، این آر روڈ، فرسٹ کراس، روبروئے جامع مسجد، بنگلور

3 محبوب بک ڈپو، (روبروئے رسل مارکٹ) چاندنی چوک، شیواجی نگر، بنگلور

4 رخشاں ڈی ٹی پی سنٹر، شیواجی نگر، بنگلور

انتساب

جنوبی ہند کے ممتاز و معروف عالم دین

مکرمی و محترمی الحاج **محمد اشرف علی** صاحب رضا دامت برکاتہم

مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم سبیل الرشاد بنگلور

کے نام

تحفہ

فرزندان و دختران نیز پوتے پوتیوں کے لئے

- احمد سعید
- ارشد نوید
- زہرہ جبین عرف نکہت عرشی
- سلیم رضا
- نگینہ عرشی
- عامرہ صدیقہ
- شاہد احمد احسان
- عالیہ صدیقہ
- عافیہ صدیقہ
- ریحان احمد احسان

جڑواں اداریئے

پہلا اداریہ

☆

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیدا کردہ بندوں کے حق میں ان کے دنیا میں آنے سے لے کر ان کی آخری سانسوں کے لینے تک اپنے رحمٰن ورحیم ہونے کے ثبوت کے بطور پر ان پر اپنی رحمتوں، برکتوں، عنایتوں اور فضیلتوں کا سایہ افگن رکھتے ہیں۔

اللہ بزرگ وبرتر کی اس شانِ کریمی اور لازوال شفقت بھری ادا پر قربان جایئے کہ اس کی یہ سنت اس کے بندوں کے لئے ہفت اقلیم کی دولتوں اور تمام کائنات کے لعل وگوہر جیسی نعمتوں سے اپنے دامنوں کو بھر لینے کے مترادف کہنا عین الحق کے اعتراف کی ایک ادنیٰ سی مثال مانی جائے گی۔

تبھی تو ہمارے مولا اور رب کریم نے اپنے بندوں کو جہنم کی آگ سے حفاظت کرنے اور جنت الفردوس کے ان اونچے اونچے شفاف محلوں میں داخل کرنے کے لئے جو ہیرے موتیوں کے خمیر، عطر، گلاب، چنبیلی اور مشک وعنبر کی خوشبوؤں سے تخلیق کئے گئے ہوں گے۔ اپنے آخرالزماں پیغمبرؐ ہمارے پیارے رسولِ مدنی حضرت محمد مصطفےٰؐ پر قرآن مجید کو نسلِ آدم کے لئے دستورِ حیات بنا کر نازل فرمایا

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ خالقِ کائنات کی ان بے شمار عظمتوں اور حکمتوں کا تحفہ عنایت کرنے پر قربان ہو جانے کو دل کرتا ہے کہ قرآنِ مجید کے سیکھنے، سکھانے اور اس کو مضبوطی سے تھامے رہنے اور اسے اپنی زندگیوں میں اتارنے پر روزِ قیامت نجات کا ذریعہ بنا دیا۔

چنانچہ ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ اور حضرت علیؓ کا قول کیجئے کہ......

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم قرآن کی مدد کرو تو قرآن تمہاری مدد فرمایا''۔ اور حضرت علیؓ کا قول ہے کہ ''مجھے کوئی مومن ایک لفظ بھی سکھائے گا

تو میں اس کا تاحیات غلام بن جاؤں گا۔"

الحمدللہ "ادارۂ ساؤتھ انڈیا مرکزی انجمن شمع ادب کرناٹک" اورادارۂ "ماشاء اللہ بنگلور" نے مومنوں کے دلوں میں قرآنِ حکیم کے روشن معنی ومطالب اورافہام وتفہیم کے شہد سے میٹھے جھرنوں کو اظہارِ سخن کرنے والے فنکار وشعراء کے مرصع نعتیہ کلام کے ذریعہ نہ صرف اردو ادب کے شیدائیوں تک بلکہ رسولؐ خدا کی پیاری امتوں کے سربلندایوانوں تک پہنچانے کی جانب پیش رفت اورسعیٔ جمیلہ کی اورعصر حاضر کے چیلنجوں کا بیڑااٹھایا، تاکہ ادب ثانی کے پیروکاراورملت کے تمام طبقات بھی ارشادات قرآن مجیداوراس کی حکمتوں سے فیض یاب ہونے کے امیدواربن جائیں۔

بارگاہِ خداوندی میں دست بہ دعاہوں کہ ادارۂ ماشاء اللہ بنگلورکی ادنیٰ سی سعی جمیلہ کو قبولیت کادرجہ دے کرعالم اسلام کی بخششوں کا سامان کردے۔ بے شک رب ظل جلال والاکرام کی نوازشوں اوربخششوں کاکوئی حساب نہیں ہوتا۔

طالب دعا

شکیل رضا

مدیرومرتب

دوسرا اداریہ

عزیز القدر ادب نواز دوستو ''ساؤتھ انڈیا مرکزی انجمنِ شمعِ ادب'' اور ''ادارۂ ماشاء اللہ بنگلور'' کی مشترکہ دوسری فخریہ ادبی سوغات سے بھرپور نیز عصرِ حاضر کی ایک منفرد تاریخی پیش کش، طرحی نعتیہ مجموعۂ کلام ''نور و عطر'' پیش خدمت ہے۔

''گر قبول افتد زہے عز و شرف''

ہمارے مؤقر، وفا شعار اور اہل فن و اہل قادر الکلام شعراء کی محنتوں کا یہ ثمر اور پُر مغز فصیح و بلیغ نعتیہ مجموعہ ''نور و خوشبوؤں کا ایک بن ہے'' جہاں سے بے شمار رنگین شعاعیں وادیٔ فن کی بلندیوں کو پار کرتی نظر آتی ہیں۔ گوشۂ ادب اور گوشۂ سیرت کا ترجمان نعت گوئی کا سرچشمہ ہے، جس کے علم و ہنر کے کناروں سے ''اسوۂ حسنہ'' کا آفتاب جلوہ گر ہوتا دکھائی دیتا ہے، نیز علمی اشارات اور حسنِ اخلاق کا پرتو لئے نعتیہ آئینوں کا وہ مہتاب ہے جس کی ضوفشاں کرنوں کا ہالہ گلشن ادب پر چھا جانا چاہتا ہے۔ غرض کہ ''نور و عطر'' کے صنائع اور اس کے خزینوں میں کن موتیوں کی دلاویزی کا احساس نہیں ہوتا ہے؟ بس اس خزینہ کو اپنے اندر سمو لینے کی تڑپ درکار ہے۔

علاوہ ازیں ''نور و عطر'' میں طرحی نعتیہ کلام کے ساتھ سیرت پاک کے ترجمان جن مقالات اور مضامین کی آمیزش کی گئی ہے وہ کسی نئے جہاں کی جانب دعوتِ پرواز کی خوگر نہیں بلکہ ''سیرت اور نعت'' کی فرحت بخش کیفیات کی ٹھنڈی چھاؤں لئے ہوئے ہے۔

گلشن ادب کے معروف مقالہ نگار اور قابلِ صد احترام دوست سید جلال محمودی کے مقدمہ ''فنِ شعر و فن نعت کے معنی و آفرینی سے پُر طویل مقالوں کا ذکر نہایت اہم اور ضروری قرار پاتا ہے۔ موصوف نے علمی و ادبی قوس و قزح کے رنگوں سے مزین مقالے کو آپ نے چار عنوانات کے تحت قلمبند کرنے کی نہایت کامیاب کوشش کی ہے جسے ادارۂ ماشاء اللہ بنگلور نے پورے اعتماد و یقین کامل کے ساتھ دنیائے علم و ادب کے دانشور حضرات کے روبرو پیش کرنے کا حوصلہ جٹا پایا ہے۔ حضرت محمودی صاحب کے گرانقدر

علمی بصیرت اور فنی استقامت اور آپ کے بلندئ فن کے آئینہ دار کاوشوں ، شعری کمالات ، مہارتی اظہارات آپ کے خوبصورت اشارات واعتقادات کے متعلق میرے اظہارِ خیال کی راہ میں کم مائیگی حائل ہے۔لیکن اکابرینِ علم وہنر اور اساتذائے فن سے پُر امید ضرور ہوں اور آپ سے گزارش بھی ہے کہ اہلِ نظر واہلِ بصیرت حضرات اپنے قلم کا جادو جگاتے ہوئے عالی مقام سید جلال محمودی صاحب کے نگارشاتِ مقدمۂ نعت پر گرانقدر آراء کا اعادہ ضرور کریں گے۔

طالب دعا

شکیل رضا

مدیر و مرتب

فہرست

رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

والدین مکرم سے ربیع الاول کی پاکیزہ اور نورانی صبح تک

عربی زباں کے جید محقق ڈاکٹر احمد التاجی کی ایک رواں دواں تحریر

عبدالمطلب اپنی بُردباری، علم اور اچھے اخلاق کی وجہ سے قریش کے معزز ترین آدمی سمجھے جاتے تھے۔ان کے پاس بہت زیادہ مال و دولت بھی نہیں تھی۔اور ان کا ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام حارث تھا۔ وہ ایک طرف آبادیوں میں غرباء و مساکین کو کھانا کھلاتے تو دوسری طرف صحراؤں میں جانوروں کی بھوک مٹانے کا سامان کرتے۔نہایت عادل اور مہربان تھے، مظلوموں کی مدد کرتے اور انہیں ظالموں سے اُن کا حق دلواتے۔انہی اوصاف حمیدہ کی بدولت وہ قریش کے سردار بنا دیئے گئے تھے۔چنانچہ غریب ہوں یا امیر ان کا احترام کرتے اور ان کی محبت کا دم بھرتے تھے۔

کنبے میں عبدالمطلب سب سے زیادہ معزز جگہ پر بیٹھتے، قریش اُن کے پاس اپنے مسائل اور مقدمات لے کر آتے اور وہ نہایت انصاف سے ان کا فیصلہ کرتے۔موسم حج میں دور دور سے حاجی طواف کعبہ کے لئے مکہ معظمہ میں جمع ہوتے تو عبدالمطلب انہیں پانی پلانے کا بندوبست کرتے۔اس مقصد کے لئے کنویں کھدواتے، بار بار ایسا ہوتا کہ جب کنواں کھدوانے پر بھی کہیں پانی کا نشان نہ ملتا اُسے دوبارہ مٹی سے بھرنا پڑتا۔اُن کی خواہش تھی کہ اللہ کی توفیق سے زمزم کا وہ کنواں دوبارہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو ان کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طفیل صدیوں پہلے اس زمین سے پھوٹا تھا اور جس کا پانی انتہائی میٹھا اور لذیذ تھا۔

ایک دن جب عبدالمطلب نیند سے بیدار ہوئے تو انہوں نے حیرت سے ادھر دیکھا، لیکن انہیں وہاں کوئی متنفس نہ ملا، ادھر پُراسرار آواز ابھی تک اُن کے کانوں میں گونجتی محسوس ہو رہی تھی۔وہ سوچنے لگے کیا میں واقعی زمزم کا کنواں کھود سکوں گا؟ مجھ سے یہ مطالبہ کون کر رہا ہے؟ الٰہی! یہ آواز شیطان رجیم کی ہے یا کسی مبارک فرشتے کی یا پھر خواب کا واہمہ ہے؟ معلوم نہیں وہ جگہ ہے کہاں جہاں زمزم کا کنواں کھودنا ہے۔

دوسرے دن بھی وہ اسی جگہ آرام فرما رہے تھے کہ خواب میں ہاتف غیبی نے ان سے وہی کچھ کہا جو پہلے دن کہا تھا۔ آپ نیند سے بیدار ہوئے تو انہیں پھر اپنے اردگرد کوئی نظر نہ آیا۔ انہوں نے سوچا کہ اگر یہ خواب سچا ہے تو پھر ہاتف ہی مجھے اس مقام کا پتہ بتائے گا جہاں کنواں کھودنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

تیسرے دن آپ نے ہاتف کی پھر وہی آواز سنی جو پہلے دو روز سن چکے تھے۔ اس کے ساتھ ہاتف نے کھدائی کے مقام کی نشاندہی بھی کردی۔ اس نے ان سے کہا ''زمزم کا کنواں اس جگہ ہے جہاں کل تم ایک کوے کو اپنی چونچ سے زمین کھودتے دیکھو گے''۔

عبدالمطلب نے کنواں کھودنے کی تیاری کی۔ انہوں نے اپنے بیٹے حارث کو مٹی کھودنے والے ہتھیار لانے کا حکم دیا اور خود کعبہ کے سائے میں بیٹھے نشانی ظاہر ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ سیاہ رنگ کا ایک کوا فضا میں ادھر اُدھر غوطے لگاتا آیا اور اُس خاص جگہ پر اتر کر اپنی چونچ سے زمین کھودنے لگا۔ وہ اس کوے کی طرف انتہائی مسرت سے دیکھ رہے تھے۔ اللہ نے ان کا خواب سچ کر دکھایا۔ ان کی دیرینہ خواہش پوری ہونے کو تھی۔ کدال ہاتھوں میں لئے وہ اس جگہ پہنچے اور اپنی پوری طاقت سے مٹی کھودنے لگے اور ان کا بیٹا حارث کھودی ہوئی مٹی وہاں سے دور ہٹانے لگا۔

قریش اپنے سردار کو اپنے ہاتھوں سے زمین کھودتے دیکھ کر حیران ہوئے۔ عبدالمطلب کے بہت سے خادم اور غلام تھے۔ اس کے باوجود اس کام میں اپنے بیٹے کے سوا کسی کو شریک نہیں کر رہے تھے۔ لوگ اُن کے پاس آ کر پوچھنے لگے ''آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟''

عبدالمطلب ''میں کنواں کھود رہا ہوں اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے''۔

قریش: ''کس نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟''

عبدالمطلب: ''مجھے اس کا حکم ہاتف غیبی کے ذریعہ ملا ہے اور میں یہ کام اسی کے مطابق کر رہا ہوں۔''

قریش: ''آپ یہ کنواں کعبہ شریف کے پاس کیوں کھود رہے ہیں، حالانکہ ہمارے اردگرد بڑا وسیع صحرا موجود ہے؟''

عبدالمطلب: ''یہاں زمزم کا وہ کنواں ہے جو اسماعیل علیہ السلام کے ایڑیاں رگڑنے سے جاری ہوا تھا''۔

قریش: ''آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟''

عبدالمطلب: ''جس نے مجھ سے یہ مطالبہ کیا کہ میں یہاں کنواں کھودوں، اس نے اس جگہ کی نشاندہی بھی کی جہاں زمزم کا کنواں ہے اور وہ سچی خبر دینے والا ہے''۔

قریش: ''حضرت اسماعیل علیہ السلام ہم سب کے دادا تھے اور ان کا کنواں ہم سب کی ملکیت ہونا چاہئے، اس لئے ہم آپ کو اکیلے اسے کھودنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ کیا آپ کے لئے یہ کافی نہیں کہ آپ ہمارے سردار ہیں۔ جب کہ آپ کا مال کم ہے اور ایک ہی بیٹا ہے۔ اُس کے برعکس ہمارے کئی بیٹے ہیں اور ہم آپ سے زیادہ مالدار ہیں اور ہم میں سے کئی لوگ ایسے بھی ہیں جن کے دس دس بیٹے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بیٹے ہیں۔

اس طرح یہ لوگ عبدالمطلب پر اپنی بڑائی جتانے اور انہیں کنواں کھودنے سے منع کرنے لگے۔ عبدالمطلب اس صورت حال سے متاثر ہو کر اپنے بیٹے سے مخاطب ہوئے۔ ''اے حارث! یہ ہماری قوم ہے جو ہم پر اپنی کثرت اولاد کی وجہ سے بڑائی جتا رہی ہے، اور میں نے اس بات کی نذر مانی ہے کہ اگر اللہ نے مجھے ایسی اولاد نرینہ عطا کی جو مجھے سہارا دینے والی ہو تو میں ان میں سے ایک بیٹا اللہ کے نام پر قربان کر دوں گا، جس طرح میرے دادا حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کیا تھا۔''

قریش نے یہ سنا تو سخت شرمندہ ہوئے کہ انہوں نے اپنے سردار کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ لہذا وہ لوگ معذرتیں پیش کرنے لگے۔ اس کے بعد انہوں نے پوچھا، اے عبدالمطلب اگر آپ نے زمزم دریافت کیا تو اس میں سے ہمیں کیا حصہ ملے گا؟

عبدالمطلب: ''اس میں سے تم بھی اسی طرح پانی پیا کرو گے جس طرح میں یا گردونواح سے آنے والے حجاج اور دوسرے لوگ پانی پیا کریں گے''۔

قریش: ''اور اگر آپ کو اس کھدائی کے دوران میں کوئی خزانہ ملا تو اس کا کیا کریں گے؟''

عبدالمطلب: ''اگر کوئی دفینہ ملا اور وہ سونے یا زیورات کی شکل میں ہوا تو اس سے خانہ کعبہ کی تزئین و آرائش کا اہتمام کروں گا اور اگر کوئی اسلحہ وغیرہ نکلا تو وہ اپنے پاس رکھوں گا''۔

قریش: ''ہمیں یہ منظور نہیں۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ اگر اسلحہ برآمد ہوا تو ہم اس کے بارے میں قرعہ اندازی کریں گے، جس کے نام پر قرعہ نکلا اسے اسلحہ دیا جائے گا''۔

حضرت عبدالمطلب نے اس تجویز سے اتفاق ظاہر کیا تو قریش نے کہا کہ آپ جیسے چاہیں

کنویں کی کھدوائی کا کام کریں ۔ انہوں نے کنواں کھودنا شروع کر دیا۔ کھدائی کرتے کرتے کنویں کی تہ تک پہنچے تو وہاں انہیں سونے کے دو ہرن اور کچھ تلواریں اور ڈھالیں نظر آئیں ۔ انہوں نے یہ چیزیں باہر نکالیں ۔قریش کو پتہ چلا تو وہ دوڑے دوڑے آئے ۔ جناب عبدالمطلب نے طے شدہ معاہدے کے مطابق سونا کعبہ شریف کی تزئین اور آرائش کے لئے مختص کر دیا، تلواروں اور ڈھالوں کے بارے میں قرعہ اندازی کی تو وہ ساری ان کے حصے میں آگئیں ۔

انہوں نے کنواں کچھ مزید کھودا تو نیچے سے شیریں اور صاف وشفاف پانی کا چشمہ پھوٹنے لگا۔ زمزم دوبارہ جاری ہو گیا تھا۔ اہل مکہ، حجاج کرام اور دوسرے لوگوں نے جب مدتوں بعد زمزم کا پانی دوبارہ دیکھا تو خوب سیر ہو کر پیا، کعبہ شریف میں جا کر اللہ کا شکر ادا کیا اور پھر عبدالمطلب کو اُن کے کارنامے پر خراج تحسین پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کی دعاء قبول فرماتے ہوئے انہیں بہت ساری نرینہ اولاد عطا فرمائی ۔ ان کے تمام بیٹے نہایت بہادر تھے اور ان کا شمار قریش کے معزز لوگوں میں ہوتا تھا۔ ایک بیٹے کا نام عبداللہ تھا۔ جن سے انہیں سب سے زیادہ محبت تھی ۔ باپ نے اپنی منت پوری کرنے کے لئے قرعہ اندازی کرنے کا فیصلہ کیا اور ساتھ ہی اس بات کا اعلان کروا کر کہ میں اپنے بیٹے کی قربانی دے کر نذر پوری کرنے جا رہا ہوں ، پھر وہ اس حال میں کعبہ شریف کی طرف چل پڑے کہ اُن کے ایک ہاتھ میں چھری تھی اور تمام بیٹے ہمراہ تھے ۔

قریش بھی ان کے پیچھے آئے ۔کعبہ شریف میں پہنچ کر جب عبدالمطلب نے بیٹوں میں قرعہ اندازی کی تو عبداللہ کا نام نکلا۔ انہوں نے بے قراری کی حالت میں دوبارہ قرعہ اندازی کروائی ، مگر اس بار بھی عبداللہ ہی کا نام سامنے آیا۔ اس پر تیسری مرتبہ قرعہ اندازی کروائی مگر اس بار بھی عبداللہ ہی کا نام نکلا۔ اب وہ چھری ہاتھ میں لئے اپنے محبوب ترین لخت جگر کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے تا کہ اپنے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت دہرائیں ۔

قریش کے دل اس نوجوان کی خوبصورتی دیکھ کر تڑپ تڑپ اٹھے، انہوں نے آگے بڑھ کر عبدالمطلب کو اس ارادے سے باز کرتے ہوئے کہا " قریش کی تشویش اور پریشانی کا ایک سبب یہ خیال تھا کہ ایک بار عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کی قربانی دے دی تو لوگ اس کے بعد اپنے بچے اسی طرح ذبح کرنے لگ جائیں گے ۔

جب عبدالمطلب اپنی منت پوری کرنے پر مُصر ہوئے قریش نے کہا " آیئے ہم خیبر کی

عرافہ کے پاس جاتے ہیں اوراس سے پوچھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔''
عبدالمطلب اُن کے ساتھ خیبر کی طرف چل پڑے وہاں پہنچ کراس کاہنہ سے تمام قصہ بیان کیا۔
عرافہ: ''اگرتمہارے ہاں کسی شخص کوقتل کردیا جائے تو اُس کا خون بہا کیا ہوتا ہے؟''۔
قریش: ''ہم خون بہا کے طور پردس اونٹ دیتے ہیں''۔
عرافہ: ''تودس اونٹ لے کرعبداللہ اوران کے درمیان قرعہ اندازی کرواگرقرعہ اونٹوں کے نام نکلے تو انہیں ذبح کردو اور اگر عبداللہ کا نام نکلے تو ان میں سے دس اونٹ مزید شامل کر کے دوبارہ قرعہ ڈالو، اگر اس بار بھی عبداللہ کا نام آئے تو ان میں دس اونٹوں کا مزید اضافہ کرواور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھوحتیٰ کہ مشیت الٰہی سے قرعہ اونٹوں کے نام نکل آئے۔ اونٹوں کے نام قرعہ نکلنے پرانہیں ذبح کر کے ان کا گوشت غریبوں میں تقسیم کردو۔''
عرافہ کی یہ تجویز سن کر یہ لوگ خوشی خوشی مکہ مکرمہ لوٹے، عبدالمطلب نے اس تجویز کے مطابق دس اونٹ پیش کئے اورقرعہ اندازی کروائی، قرعہ میں عبداللہ کا نام نکلا، انہوں نے مزید دس اونٹ پیش کئے، قرعہ اندازی کرنے پردوبارہ عبداللہ کا نام نکلا، چنانچہ وہ اسی طرح اونٹوں کی تعداد بڑھاتے چلے گئے۔ بالآخر سو تک پہنچی تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا، اس پرلوگ خوشی سے چلا اٹھے۔ کیوں کہ عبداللہ بچ گئے تھے۔
لیکن عبدالمطلب نے کہا کہ میں اس سلسلہ میں اوراطمینان کرنا چاہتا ہوں، آیا واقعی اللہ تعالیٰ اونٹوں کی قربانی سے راضی ہے لہذا دوبارہ قرعہ اندازی کراؤں گا۔ دوبارہ قرعہ ڈالا گیا تو اس بار بھی اونٹوں ہی کے نام نکلا۔ انہوں نے مزید اطمینان حاصل کرنے کیلئے تیسری بار یہ عمل دہرایا تو قرعہ اونٹوں ہی کے نام نکلا۔ اس پرعبدالمطلب کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور وہ پکار اٹھے'' واقعی اللہ تعالیٰ نے عبداللہ کو بچالیا ہے''۔
اب مکہ معظمہ کی وادیوں میں ہرطرف خوشی کا دوردورہ تھا، کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں عبداللہ کے بچ جانے کی خبر سے مسرت کی لہر نہ دوڑی ہو۔ عبدالمطلب نے ایک سو اونٹ قربانی کے لئے پیش کرتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ انہیں قربان کرواوران کا گوشت صحرا میں رہنے والے غریبوں کو کھانے کیلئے دو۔ نیز کچھ حصہ پہاڑوں میں رہنے والے جانوروں کو بھی کھلاؤ۔ پھر انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر بیت اللہ شریف کا طواف اور اللہ کا شکر ادا کیا جس نے اپنے فضل وکرم سے ان کے پیارے بیٹے کو اسی طرح بچالیا جس طرح اُن کے دادا حضرت اسماعیل علیہ

السلام کو بچالیا تھا۔

اب جناب عبدالمطلب کو عبداللہ کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی۔اس دوران میں ایک دن ان کے پاس یثرت سے بنی زہرہ کیسردار وہب بن عبدمناف آئے اور انہوں نے انہیں عبداللہ کے بچ جانے پر مبارکباد پیش کی اور جب مہمان گرامی کی نظر عبداللہ پر پڑی تو انہوں نے فرط محبت سے آگے بڑھ کر انہیں گلے لگالیا اور ان کی پیشانی چوم لی۔ان کی آنکھیں خوشی کے آنسوؤں سے ڈبڈبا گیں اور وہ کہنے لگے'' بیٹے تمہاری یہ آزمائش پوری قوم کے لئے آزمائش بن چکی تھی اور مجھے تو یوں محسوس ہورہا تھا کہ جو چھری تمہارے والد تمہیں ذبح کرنے کے لئے تیز کر رہے تھے، وہ تمہارے گلے تک پہنچنے سے پہلے میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گی''۔

عبدالمطلب نے کہا'' میں آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں، مجھے آپ کے جذبہ اخلاص کی شدت کا بھرپور احساس ہے''۔آخر قصی اور زہرہ دو بھائی ہی تو تھے، پھر وہ گفتگو کا رخ ایک دوسرے موضوع کی طرف موڑتے ہوئے بولے'' وہب بھائی! اب میں عبداللہ کی شادی کرنا چاہتا ہوں، اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟''

وہب: '' کوئی بھی قریش لڑکی عبداللہ سے شادی کو اپنی تمناؤں کی معراج سمجھے گی۔البتہ مشکل یہ ہے کہ قریش میں بہت کم لڑکیاں ایسی ہوں گی جو نیک سیرتی میں عبداللہ کے ہم پلہ ہوں ''۔

عبدالمطلب: '' کیا آل زہرہ میں کوئی ایسی لڑکی مل سکتی ہے؟''

وہب: '' آل زہرہ کی اس سے زیادہ عزت افزائی کیا ہوگی کہ ان کا رشتہ سردار مکہ عبدالمطلب سے قائم ہو اور ان کی کسی بیٹی کو عبداللہ جیسا دولہا ملے جو بلاشبہ مکہ مکرمہ کا سب سے خوبصورت نوجوان ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جس دن عبداللہ ذبح ہونے والے تھے، اس روز مکہ ہی میں نہیں یثرب میں بھی قریش کی لڑکیاں ان پر اپنی جان نچھاور کرنے کے لئے تیار تھیں۔میرے اپنے گھر میں بچیاں اس طرح رو رہی تھیں جس طرح کوئی ماں اپنے اکلوتے بچے کی موت پر روتی ہے''۔

عبدالمطلب: '' کیا آپ کے گھر میں رونے والی آپ کی بیٹی آمنہ تھی؟''

وہب: '' ہاں یہ میری بیٹی آمنہ ہی تھی۔دراصل عبداللہ بچپن میں اپنی ماں کے ساتھ یثرب آتے تو وہ اور آمنہ اکٹھے کھیلا کرتے تھے اور اب جو اسے پتہ چلا کہ عبداللہ کو قربان کیا جارہا ہے تو رو رو کر اس کا برا حال ہوگیا''۔

عبدالمطلب: ''اگر آپ اتفاق کریں تو عبداللہ کی شادی آمنہ سے کردی جائے''۔

وہب: ''میرے نزدیک آمنہ کے لئے اس سے بہتر کوئی رشتہ نہیں ہوسکتا۔ انشاء اللہ وہ عبداللہ کی انتہائی فرمانبردار بیوی ثابت ہوگی''۔

عبدالمطلب: ''اللہ تعالٰی اس رشتے کو بابرکت کرے، ہم جلد آپ کے ہاں آرہے ہیں تاکہ بات پکی ہوجائے''۔

حضرت آمنہ کی والدہ نے جب انہیں یہ خوشخبری سنائی کہ عبدالمطلب نے ان کا رشتہ اپنے بیٹے عبداللہ کیلئے مانگا ہے تو شدتِ حیا سے ان کا چہرہ گلنار ہوگیا اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں۔ والدہ نے یہ کیفیت دیکھی تو بولیں ''میرے نزدیک عبداللہ سے تمہارے رشتے کا طے پانا بڑی خوش بختی کی بات ہوگی، کیونکہ عبداللہ مکہ مکرمہ کا صالح ترین اور باکردار نوجوان ہے، تمہیں یہ رشتہ قبول کرنے میں ہچکچاہٹ نہیں کرنی چاہیئے۔'' آمنہ نے ایک سعادت مند بیٹی کی طرح والدہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیا اور کہا کہ میں واقعی اسے اپنی خوش بختی سمجھتی ہوں۔''

حسب پروگرام جناب عبدالمطلب اپنے صاحبزادے عبداللہ کے ہمراہ یثرب تشریف لے گئے۔ بنی زہرہ نے اپنی روایات کے مطابق بہت بڑی ضیافت کا اہتمام کیا۔ نکاح سادگی سے انجام پایا۔ حضرت عبداللہ تین روز اپنی سسرال میں رہے اور پھر اہلیہ حضرت آمنہ کے ساتھ مکہ چلے آئے۔

ادھر مکہ مکرمہ میں اس خبر سے خوشیوں کی لہر دوڑ گئی، ہر طرف سے مسرت کا سماں تھا۔ لوگ دعوت ولیمہ میں عبدالمطلب کے ذبح کئے ہوئے اونٹوں کا لذیذ گوشت تناول کر رہے تھے۔ دسترخوان کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ انسان ہی نہیں فضاؤں میں اڑنے والے پرندے اور پہاڑوں پہ رہنے والے جانور بھی اس سے اپنی بھوک مٹانے کا سامان کر رہے تھے۔

دونوں میاں بیوی نے اپنی ازدواجی زندگی پیار و محبت کے بے پناہ جذبوں کے ساتھ شروع کی، یوں معلوم ہوتا تھا جیسے آمنہ، عبداللہ کی آنکھ سے اور عبداللہ، آمنہ کی آنکھ سے دیکھتے ہوں۔ دونوں کے دل ایک ساتھ دھڑکتے تھے، آمنہ کو جب کبھی یہ خیال آتا کہ اللہ نے ان کے خاوند کو ذبح ہونے سے بچالیا تھا تو خوشی اور شکر کے ملے جلے جذبات سے ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے اور وہ پکار اٹھتیں، اے اللہ تیرا شکر ہے، تو نے عبداللہ کے بدلے سو اونٹوں کی قربانی قبول فرمالی جس طرح اس سے پہلے ان کے دادا حضرت اسماعیلؑ کے بدلے جنت کا مینڈھا قربان

کر دیا تھا۔

عبداللہ نے ایک روز کہا ’’ آمنہ، اللہ تعالیٰ نے مجھے شاید اس لئے بچالیا کہ میں تمہارے ساتھ زندگی بسر کروں، میں اللہ سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ ہمیں ایک ایسا بیٹا عطا کرے جو تمہاری طرح پاکباز، پرہیزگار اور نیک ہو‘‘۔

آمنہ: ’’اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو بھی اتنا ہی پرہیزگار، پاکباز اور نیک بنایا ہے حتیٰ کہ آپ قریش کی عورتوں میں انہی ناموں سے یاد کئے جاتے ہیں۔ قریش کی اکثر عورتیں آپ کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کی تمنا کرتی تھیں، یہاں تک کہ ان میں سے ایک خاتون فاطمہ بنت مُرنے جو ایک بہت بڑی کاہنہ بھی تھیں، آپ سے شادی کی باقاعدہ پیش کش بھی کی تھیں، کیا آپ مجھے اس واقعے کی تفصیلات بتانا پسند کریں گے؟‘‘

عبداللہ: ’’ایک بار میں مکے کی ایک گلی میں سے گزر رہا تھا کہ راستہ میں فاطمہ بنت مُر آتی دکھائی دی، وہ مجھے دیکھتے ہی بڑے عجیب انداز سے میری طرف لپکی، میں نے اس سے کہا’’ فاطمہ! تم یہ کیا کر رہی ہو؟ تمہیں تو قریش ایک باحیا عورت سمجھتے ہیں۔ آخر کیا ہوگیا ہے جو میری طرف تم یوں بڑھی چلی آرہی ہو؟‘‘

اس نے کہا’’عبداللہ! میں پاگل ہوں نہ میں نے اپنی شرم وحیا کھوئی ہے بلکہ میری آرزو ہے کہ میں آپ سے شادی کرلوں۔ خدا کے لئے آپ میری یہ خواہش رد نہ کریں‘‘۔

میں نے کہا: ’’فاطمہ! کیا کبھی کسی عورت نے کسی مرد سے یوں شادی کی خواہش کا اظہار کیا ہے، جس طرح تم کر رہی ہو؟ وہ شرم وحیا کہاں گئی جو عورت کا اصل زیور ہوتی ہے؟ شاید تمہاری عقل میں فتور آ گیا ہے؟‘‘

وہ کہنے لگی: ’’عبداللہ! میری عقل یا میرے اخلاق پر شک نہ کرو، میں وہی فاطمہ ہوں جس کی پہچان ہی اس کی شرم وحیا کے حوالے سے ہے۔ میں وہی کاہنہ ہوں جس کا علم مکے کی عام عورتوں سے ہی نہیں مردوں سے بھی زیادہ ہے۔ میں نے اپنے اس علم کی بنا پر آج آپ کی پیشانی پر بعض ایسی علامات دیکھی ہیں جو میرے سوا کسی کو نظر نہیں آسکتیں۔ اور آپ کی پیشانی پر فروزاں انہی علامات نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں آپ سے شادی کی پیش کش کروں‘‘۔

میں نے کہا: ’’فاطمہ! تم نے میرے اندر ایسی کیا علامتیں دیکھی ہیں؟‘‘

اس نے کہا: ’’میں نے آپ کی پیشانی پر ایک ایسا نور دیکھا ہے جو کسی دوسرے کے ماتھے پر

نہیں پایا جاتا اور میں خوب جانتی ہوں کہ یہ ربانی روشنی ہے۔ جس کا وارث آپ کا بیٹا ہوگا۔ اس جیسا بیٹا جننا ہر ماں کے بس میں نہیں۔ یہ نور آپ کے بیٹے کا حصہ ہے بلکہ اس کی پیشانی کا نور اس سے کہیں زیادہ ہوگا۔ اسی لئے میں آرزو رکھتی ہوں کہ آپ کا وہ بیٹا مجھ سے ہو، کیا ایسی صورت میں آپ سے شادی کی درخواست کرنا کوئی نامناسب بات ہے؟''

میں نے کہا: ''فاطمہ! مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ فی الحال میں شادی نہیں کرنا چاہتا''۔

وہ بولی: ''عبداللہ! یہ نور کہیں کھو نہ دینا''۔

میں نے کہا: ''اس نور کی حفاظت اللہ کرے گا''۔

تو آمنہ یہ تھی وہ گفتگو جو میرے اور فاطمہ کے مابین ہوئی۔

آمنہ: ''گویا وہ آپ کی پیشانی کا نور چھیننا چاہتی تھی''۔

عبداللہ: اللہ جس طرح چاہتا ہے، اپنے نور کی حفاظت کرتا ہے، وہ اس کی حفاظت آمنہ کے ذریعہ بھی کر سکتا ہے۔ جس کا چہرہ خود بھی اللہ کے نور سے منور ہے۔

آمنہ: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنے نور سے حصہ عطا کیا ہے، وہ جسے چاہے اپنے نور سے منور کر سکتا ہے۔

آمنہ اور عبداللہ کو اکٹھے رہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ بیس دن گزرے ہوں گے کہ عبداللہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ سفر شام کی تیاریاں کرنے لگے۔ یہ جدائی ان دونوں کے لئے بڑی کٹھن تھی۔ عبداللہ کہہ رہے تھے ''آمنہ! صبر کرو، انشاء اللہ میں چند ماہ بعد واپس آ جاؤں گا، مجھے یقین ہے کہ اس سفر سے میں خاصا نفع کما کر لاؤں گا اور ہم اپنی زندگی آرام سے اور خوشحالی سے بسر کر سکیں گے''۔

آمنہ: عبداللہ! آپ کی محبت میرے لئے دنیا اور اس کی زینتوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ میری ساری خوشیاں اس بات میں ہیں کہ آپ یہیں میرے پاس رہیں۔

عبداللہ: آمنہ! انشاء اللہ میں سفر سے اس طرح لوٹ آؤں گا جس طرح ایک پرندہ رات ہونے پر اپنے گھونسلے میں واپس آتا ہے۔ منہ میں اپنے بچوں کے لئے دانہ اور دل میں ان کی محبت لئے ہوئے۔ آمنہ! اپنی اور میری دونوں کی خوشی کے لئے یہ جدائی برداشت کر ہی لو، تم تو جانتی ہو کہ ہم قریش کے لوگ اپنی سال بھر کی معیشت کے لئے انہی دو تجارتی سفروں سے کام لیتے ہیں۔ شام اور یمن کے سفروں سے۔

آمنہ: اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو میں جدائی کا صدمہ برداشت کرلوں گی، تاہم اس دوران میرا دل برابر آپؐ کے خیال میں لگا رہے گا۔

عبداللہ! میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میرا دل بھی اس دوران میں کبھی تمہارے خیال سے غافل نہیں رہے گا۔

آخر کار عبداللہ قافلے کے ساتھ سفر پر روانہ ہوگئے۔ اور آمنہ گھر میں ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگیں۔

عبداللہ کو گئے ہوئے ایک ماہ گزر گیا تو آمنہ کو محسوس ہوا کہ وہ عنقریب عبداللہ کے بیٹے کی ماں بننے والی ہیں۔ انہیں مکہ کی کاہنہ فاطمہ بنت مُر کی وہ باتیں یاد آگئیں جو اس نے عبداللہ سے کی تھیں۔ وہ سوچنے لگیں کہ اگر اس کاہنہ نے واقعی سچی باتیں کی ہیں تو پھر میرا بیٹا واقعی ایک بہت بڑا انسان ہوگا۔ ایسا بیٹا ہر ماں کے گھر میں پیدا نہیں ہوا۔ یہ انہی حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ کی اولاد سے تو ہوگا جن کے بچانے اللہ تعالیٰ نے جنت سے خصوصی مینڈھا بھیجا تھا اور یہ انہی عبداللہ کا بیٹا ہوگا جنہیں بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ سو اونٹوں کی قربانی قبول کی تھی۔ اس اعتبار سے تو وہ ابن الذبیحین ہوگا یعنی دو ذبح ہونے والوں کا بیٹا، مجھے یقین ہے کہ میرا بیٹا اتنی اونچی شان والا ہوگا کہ اس جیسی شان کسی نے دیکھی نہ سنی ہوگی۔

حضرت آمنہ انہی خیالات میں گم انتہائی بے تابی سے شوہر کا انتظار کر رہی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ عبداللہ جلد از جلد واپس پہنچیں تاکہ انہیں اپنے بیٹے کے بارے میں بتا سکیں جو کچھ ہی دن بعد دنیا میں آنے والا تھا۔ اس دوران میں انہیں معلوم ہوا کہ شام سے ایک قافلہ واپس آرہا ہے۔ یہ خبر سن کر ان کے دل کی بے تابیاں بڑھنے لگیں۔ انہیں امید تھی کہ اس قافلے کے ساتھ جناب عبداللہ بھی ہوں گے اور اگر ایسا نہ بھی ہوا تو قافلے والے ان کے بارے میں ضرور کچھ بتا سکیں گے۔

قافلہ مکہ مکرمہ پہنچا تو لوگوں نے بڑھ چڑھ کر استقبال کیا اور خوشیاں منائیں، کہیں کوئی بچہ اپنے باپ کے ساتھ لپٹ رہا تھا تو کہیں بیوی اپنے شوہر کا استقبال کر رہی تھی اور کہیں کوئی باپ اپنے بیٹے پر اپنی محبتیں نچھاور کر رہا تھا، غرض ایک جشن کا سماں تھا۔

ادھر آمنہ کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔ عبدالمطلب قافلے والوں سے مل کر گھر آئے تو انہوں نے بہو سے کہا ’’آمنہ بیٹی! عبداللہ کے بارے میں پریشان مت ہونا، قافلے والے کہتے ہیں کہ

عبداللہ واپسی پر یثرب پہنچ کر بیمار پڑ گیا تھا، لہذا انہوں نے اسے آرام اور علاج کی غرض سے یثرب کے محلّہ بنی نجار میں ٹھہرادیا تھا خود ان لوگوں نے بھی رات وہاں قیام کیا تھا۔ میں نے حارث کو اس کا پتہ کرنے بھیجا ہے۔ امید ہے کہ وہ دونوں چند روز بعد مکہ واپس آجائیں گے۔

حارث مدینہ پہنچے تو انہیں پتہ چلا کہ عبداللہ ان کے آنے سے پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں اور بنی نجار والوں نے انہیں اپنے قبرستان میں دفن کردیا ہے۔ وہ دل گرفتہ ہو کر مکہ لوٹ آئے۔ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کے انتقال کی خبر سنی تو ان کی پلکیں چھلک پڑیں۔ وہ اپنے سب سے چہیتے بیٹے کی وفات کے صدمے سے تڑپ اٹھے۔

آمنہ کو حارث کی واپس کا پتہ چلا تو انہوں نے لونڈی برکہ کو بھیجا کہ حقیقت حال معلوم کر کے آئے، برکہ نے اندوہناک خبر سن کر چیختی چلاتی لوٹی، آمنہ نے ان کی چیخیں سنیں تو اندر سے ہل کر رہ گئیں۔ انہیں اندازہ ہوگیا کہ برکہ اچھی خبر نہیں لائی اور شاید اب وہ اپنے شوہر کو کبھی نہ دیکھ سکیں گی۔ وہ خود کو تھام نہ سکیں اور بستر پر گر پڑیں اور پھر انہیں گردوپیش کی کچھ خبر نہ رہی۔ برکہ انہیں ہوش میں لانے کی تدابیر کرنے لگی۔ اس نے ان کے چہرے پر پانی چھڑکا حتیٰ کہ انہیں ہوش آگیا، مگر اب ان کی دنیا اجڑ چکی تھی۔

آمنہ سخت پریشان تھیں کہ عبداللہ کے بعد ان کی پہاڑ جیسی زندگی کیسے کٹے گی۔ لیکن اچانک ان کا خیال اپنے اس بیٹے کی طرف گیا جو شوہر کی یاد کی صورت میں ان کے پیٹ میں تھا اور جس کی پیدائش میں اب صرف چند ماہ باقی رہ گئے تھے۔ یہ خیال آتے ہی انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب وہ اپنے اس بیٹے کے لئے زندہ رہیں گی جس کے متعلق مکہ کی کاہنہ فاطمہ پیش گوئی کر چکی تھی۔

پھر ایک دن ایسا ہوا کہ عبدالمطلب آمنہ کے پاس اس حال میں آئے کہ ان کے چہرے سے اضطراف جھلک رہا تھا۔ وہ آتے ہی کہنے لگے "آمنہ بیٹی! مکہ مکرمہ سے نکلنے کی تیاری کرو"۔

آمنہ: "ابا جان! ہم مکہ سے کیوں نکلیں؟"

عبدالمطلب: اس لئے کہ صنعا کا ظالم حکمران ابرہہ الاشرم چاہتا ہے کہ مکہ فتح کر کے کعبے کو ڈھادے، قریش کو ذلیل کرے، ان کی عورتیں قید کرلے اور مرد قتل کردے۔

آمنہ: تو کیا ہم یہاں سے جان بچا کر نکل چلیں اور اسے یہ موقع دیں کہ کعبے کو ڈھادے؟ حالانکہ یہ اللہ کا گھر ہے اور اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا جو اللہ کے پیغمبر تھے، کیا وہ ظالم اور بدبخت شخص اللہ کا یہ گھر تباہ کرنے میں کامیاب ہوجائے گا

؟ کیا ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کا رب اپنے گھر کی تباہی پر خاموش رہے گا؟

عبدالمطلب: یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کعبے کا رب یقیناً اپنے گھر کی حفاظت کریگا، وہ یقیناً اسے ظالموں سے بچائے گا۔

آمنہ: مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ میری گود میں ایک ایسا بیٹا دے گا جو مکہ مکرمہ اور تمام عرب کا سردار ہوگا۔ میرا بیٹا دنیا سے باطل کے اندھیرے مٹا کر ہر طرف حق کا نور پھیلائے گا وہ دنیا سے برائیوں اور گمراہیوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر کے حق کا بول بالا کرے گا۔

عبدالمطلب: بیٹی تمہارا یہ یقین کس بنیاد پر ہے؟

آمنہ : ابا جان! مجھے کئی ایسے خواب نظر آئے ہیں جن سے میرے بیٹے کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ میں اکثر خواب میں دیکھتی ہوں کہ ایک نور میرے اندر سے نکلتا ہے، یہ نور زمین سے آسمان تک ہر چیز کو منور کر دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے غیب کی ایک پکار سنائی دیتی ہے، کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے" اے آمنہ! تجھ سے اللہ کا محبوب ترین بندہ پیدا ہوگا، تجھ سے عرب وعجم کا سردار پیدا ہوگا"۔

عبدالمطلب: آمنہ بیٹی! مجھے یقین ہے کہ اپنے بیٹے کے بارے میں تمہارا یہ اندازہ درست ثابت ہوگا انشاءاللہ! اور ہاں بیٹی! میں تمہیں بتا رہا تھا کہ ابرہہ مکہ مکرمہ پر حملے کی نیت سے آرہا ہے، اگر وہ ظالم شہرامن میں داخل ہوجاتا ہے تو پھر ہم اپنے گھروں سے نکل کر پہاڑوں کی طرف چلے جائیں گے، تاکہ ہمیں اس کے شر سے پناہ مل سکے۔ اور اگر اس گھر کے رب نے اسے راستے ہی میں تباہ اور برباد کر دیا تو پھر ہم اپنے گھروں ہی میں رہیں گے۔ لہذا میری بیٹی تم روانگی کے لئے تیار تو رہنا لیکن مجھے بتائے بغیر یہاں سے نکلنا نہیں۔

آمنہ: ابا جان! انشاءاللہ آپ مجھے اپنے حکم کی تعمیل کرتے پائیں گے۔

ابرہہ اپنی فوج لے کر مکہ مکرمہ کی جانب بڑھا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ کعبہ شریف کو گرا دے گا تاکہ لوگ اس کے بجائے اس کنیسہ کا حج کریں جو اس نے اس مقصد کے لئے یمن میں بنا رکھا تھا ۔لشکر کے ساتھ چند ہاتھی بھی تھے۔ اس لئے قرآن میں انہیں اصحاب الفیل یعنی ہاتھیوں والے کہا گیا ہے۔

جب یہ لشکر مکہ معظمہ کے قریب مزدلفہ کی وادی میں پہنچا تو ابرہہ کا ہاتھی اچانک زمین پر بیٹھ گیا۔ اسے آگے بڑھانے کی سو سو جتن کیئے گئے مگر وہ ذرہ برابر بھی آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ ابرہہ

کے سپاہی زبردستی اس کا رخ مکہ کی طرف موڑنا چاہتے تو وہ یمن کی طرف منہ کر لیتا یا زمین پر بیٹھ جاتا تھا۔

اتنے میں ابرہہ اور اس کی فوج نے دیکھا کہ آسمان پر ہزاروں پرندے اپنی چونچوں اور پنجوں میں کنکر لئے ان کی طرف بڑھتے چلے آرہے ہیں اور پھر یکا یک وہ کنکر ان پر گرنے لگے اور جس شخص کے بھی ان میں سے کوئی کنکر لگتا وہ اسی وقت مر جاتا اور اس کی حالت کچھ ایسی ہو جاتی جیسے کھایا ہوا بھوسا ہو۔ ایک کنکر ابرہہ کے جسم پر بھی لگا، جس سے اس کی عجیب حالت ہو گئی، اس کے جسم کا گوشت تھوڑا تھوڑا کر کے گرنا شروع ہوا یہاں تک کہ اسے یقین ہو گیا کہ اب اسے دنیا کی کوئی طاقت مرنے سے نہیں بچا سکتی، دیکھتے دیکھتے ابرہہ اور اس کے ساتھ نیست و نابود ہو گئے۔

یوں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے گھر کی حفاظت فرمائی، مکہ والے ابرہہ کے شر سے بچ گئے اور اس ظالم کی چال ناکام ہو گئی۔ قرآن کریم اس واقعے کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے ''تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اُس نے اُن کی تدابیر اکارت نہیں کر دی؟ اور اُن پر پرندوں کے جھنڈ بھیج دیئے جو ان کے اوپر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے، پھر ان کا یہ حال کر دیا جیسے (جانوروں) کا کھایا ہوا بھوسا۔'' (سورۃ الفیل)

یہ ایک بڑا اہم اور تاریخی واقعہ تھا۔ اس لئے مکہ والوں نے اس کا نام ہی عام الفیل رکھ دیا۔ یعنی ہاتھیوں والا سال۔

جناب عبدالمطلب خوشخبری سنانے آمنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے ''آمنہ! واقعی تمہارے خواب سچے ثابت ہو رہے ہیں، مجھے یقین ہے کہ تمہارا ہونے والا بیٹا مکہ مکرمہ کو بھلائی اور خیر سے بھر دے گا۔''

یہ ربیع الاول کی ایک پاکیزہ اور نورانی صبح تھی، جب حضرت آمنہ کو وہ خاص قسم کی دردیں محسوس ہوئیں جو عورتوں کو بچوں کی پیدائش کے وقت محسوس ہوا کرتی ہیں اور پھر انہیں یوں لگا جیسے اُن کے گھر سے ایک نور نکلا ہو جس نے دیکھتے ہی دیکھتے پوری کائنات اپنی لپیٹ میں لے لی ہو۔ اسی دوران میں احساس ہوا جیسے کچھ خواتین ان کے اردگرد بیٹھی ہوں اور مشکل کے اس موقع پر اُن کی مدد کو آئی ہوں۔ آمنہ سوچنے لگیں کہ یہ کون عورتیں ہو سکتی ہیں کیونکہ خود انہوں نے بنی ہاشم یا قریش کی عورتوں کو اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ پھر بھلا وہ کیسے آسکتی ہیں؟ آمنہ

ابھی یہی سوچ رہی تھیں کہ ان کے کانوں میں ان عورتوں کی آوازیں آنے لگیں۔ انتہائی میٹھی اور سریلی آوازیں جو انہوں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھیں۔ اس سے آمنہ کو یقین ہو گیا کہ یہ بنو ہاشم یا قریش کی عورتیں نہیں، بلکہ اور ہی کسی دنیا سے آئی ہیں۔

آمنہ پر اُن کا رعب طاری ہو گیا۔ انہوں نے خود کو اُن بزرگ خواتین کے سپرد کر دیا۔ پھر انہیں یوں لگا جیسے ان کا پورا گھر نور سے جگمگا اٹھا ہو، یہ نور ان کے اپنے جگر گوشے کے جسد مبارک سے پھوٹ رہا تھا، جو اب دنیا میں پیدا ہو رہا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس مبارک نور نے پوری دنیا کو منور کر دیا۔

اس کے ساتھ ہی آمنہ نے سنا کہ وہ بزرگ خواتین ایک دوسری کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر ہدیہ تبریک پیش کر رہی ہیں۔ یوں آمنہ کے کان میں محمدؐ کا مبارک نام بار بار پڑا اور پھر یہ نام انہیں زبانی یاد ہو گیا۔

اور پھر کچھ دیر بعد جب آمنہ کی وہ خاص کیفیت ختم ہوئی اور انہیں افاقہ محسوس ہوا تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہوئیں کہ اب اُن بزرگ خواتین میں سے کوئی بھی وہاں موجود نہیں تھیں، البتہ ان کے پہلو میں اُن کا اپنا جگر گوشہ تھا جو سراپا نور اور حسن و جمال کا مجسمہ تھا۔ چاند جیسا روشن، پاک اور طاہر اور اس کی آنکھیں آسمان پر جمی ہوئی تھیں۔

آمنہ نے اپنے جگر گوشہ کو سینے سے چمٹا لیا اور اپنی لونڈی برکہ کو جناب عبدالمطلب کے پاس بھیجا کہ انہیں پوتے کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائے۔ جناب عبدالمطلب بھاگے ہوئے آئے اور اپنے پوتے کی طرف مسرت سے بھرپور نظروں سے دیکھ رہے تھے جو انہیں اپنے مرحوم بیٹے عبداللہ کے بچپن کی تصویر لگ رہے تھے۔ عبدالمطلب نے پوتے کو اپنی آغوش میں اٹھا لیا وہ اسے بار بار چوم رہے تھے اور ان کی زبان پر ''مرحبا، مرحبا'' نکل رہا تھا۔ پھر وہ آمنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے پوچھا ''بیٹی! ان کا نام کیا رکھا ہے؟''

آمنہ کے ذہن میں فوراً وہ نام آ گیا جو انہوں نے ان بزرگ خواتین سے سنا تھا جو بیٹے کی پیدائش کے وقت وہاں موجود معلوم ہو رہی تھیں، اور جو ایک دوسری کو محمدؐ کی پیدائش کی خوشخبری سنا رہی تھیں، چنانچہ انہوں نے خسر کو اپنے بیٹے کا یہی نام بتایا۔

عبدالمطلب: ''محمدؐ...... محمدؐ! تم نے یہ نام کہاں سے لیا؟ ہمارے باپ دادا میں سے کسی کا نام بھی محمدؐ نہ تھا''

آمنہ: ’’ابا جان! ان کا نام تو آسمان پر رکھا گیا ہے‘‘۔

عبدالمطلب: ’’کتنا پیارا نام ہے! محمدؐ...... زمین اور آسمان میں تعریف کیا جانے والا‘‘۔

پھر عبدالمطلب نے بچہ کو ماں کی طرف بڑھایا اور خود قریش کو یہ خوشخبری دینے چلے گئے۔ اس کے بعد انہوں نے بڑی تعداد میں اونٹ ذبح کر کے ان کا گوشت غرباء و مساکین میں تقسیم کیا۔

اب آمنہ کو خاندانی رواج کے مطابق اپنے بیٹے کے لئے کسی دودھ پلانے والی دایہ کا بندوبست کرنا تھا۔ چنانچہ انہوں نے جناب عبدالمطلب سے کہا کہ وہ محمد کے لئے کوئی دایہ ڈھونڈ لائیں جو انہیں اپنے ساتھ لے جا کر دیہات کی صحت منداور پاکیزہ آب و ہوا میں اُن کی پرورش کرے۔

اور پھر ایک دن عبدالمطلب ایک دیہاتی عورت کو ساتھ لئے آمنہ کے گھر میں داخل ہوئے۔ آمنہ نے حسب معمول اہلاً وسہلاً مرحبا کہتے ہوئے بڑے تپاک سے اُن کا استقبال کیا۔ عبدالمطلب اپنی بہو سے مخاطب ہوئے ’’آمنہ بیٹی! یہ حلیمہ ہیں، بنی سعد کے دیہات سے آئی ہیں تا کہ محمدؐ کو اپنے ساتھ لے جا کر اُن کی پرورش کریں‘‘۔

حلیمہ بولیں ’’میں محمدؐ کو کتنا عرصہ اپنے پاس رکھوں گی؟‘‘

عبدالمطلب نے کہا ’’آپ محمدؐ کو اس وقت تک اپنے پاس رکھیں جب تک یہ اپنے قدموں پر چلنے پھرنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ تاہم اس دوران میں انہیں ان کی ماں سے ملوانے کے لئے مکہ لاتی رہا کریں کیونکہ آمنہ اپنے بیٹے کی جدائی لمبے عرصہ تک برداشت نہیں کر سکیں گی‘‘۔

حضرت محمدؐ کئی سال تک حلیمہ سعدیہؓ کے ساتھ بنی سعد کے علاقہ میں رہے، اس دوران میں وہاں کئی واقعات ایسے ہوئے جن سے حلیمہؓ کو یقین ہو گیا کہ محمدؐ عام بچوں جیسے نہیں۔ مثلاً حلیمہ کی اونٹنی کا دودھ کئی گنا زیادہ بڑھ جانا، ان کے گھرانے میں اچانک خوشحالی کے دور کا آغاز ہو جانا، فرشتوں کے ہاتھوں محمدؐ کا سینہ چاک ہونا وغیرہ۔ بہرحال جب آپؐ کی عمر سات سال ہوئی تو حلیمہؓ آپؐ کو لے کر واپس مکہ مکرمہ آ گئیں تا کہ انہیں اُن کی والدہ اور دادا کے سپرد کر دیں جو انہیں دیکھنے کے لئے بے چین ہیں، محمدؐ کے والدہ اور دادا ان کی بخیر و عافیت مکہ واپسی پر بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانے لگے کہ اس نے انہیں دوبارہ اپنے نورِ نظر کو دیکھنے کا موقع دیا ہے۔

کچھ عرصہ بعد آمنہ نے پروگرام بنایا کہ وہ اپنے بیٹے محمدؐ اور لونڈی برکہ (ام ایمن) کو ساتھ لے کر اپنے شوہر عبداللہ کی قبر کی زیارت کے لئے یثرب جائیں، چنانچہ ادھر جانے والے ایک

قافلہ کے ساتھ ہولیں۔ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کرنے کے بعد اُسی قافلہ کے ساتھ واپسی کی راہ لی۔ مگر ابھی تھوڑا ہی راستہ طے کیا تھا کہ وہ اچانک بیمار ہوگئیں۔ آمنہ کی بیماری سے محمدؐ اور برکہ پریشان ہوگئے۔ روز بروز ان کی بیماری بڑھتی جا رہی تھی، یہاں تک کہ وہ قافلہ کے ساتھ چلنے سے معذور ہوگئیں۔ لہذا راستے میں ابوا نامی جگہ پر ٹھہر گئیں۔ برکہ نے دل وجان سے ان کی تیمار داری کی، لیکن ایک ہی رات بعد ان کی روح جسم سے پرواز کرگئی۔ وہ اپنے رب کے پاس پہنچ گئیں، جہاں ان کے شوہر پہلے ہی پہنچے ہوئے تھے۔ یوں آمنہ اپنے شوہر کے مرقد کی زیارت کے بہانے خود شوہر کی زیارت کے لئے چلی گئیں۔

محمدؐ کو اپنی والدہ کی یوں اچانک وفات کا اس قدر شدید صدمہ ہوا کہ وہ نڈھال ہوکر رہ گئے۔ والد کے بعد والدہ کی رحلت نے اُن کا احساس یتیمی دگنا کردیا۔ برکہ کو بھی اپنی پیاری مالکہ کے رخصت ہونے کا سخت افسوس ہوا۔ وہ خوب خوب روئی اور پھر اپنے ہاتھوں سے ریگستان میں قبر کھود کر انہیں دفن کردیا۔ اس کے بعد برکہ اور محمدؐ اکیلے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو احساس تھا کہ اب وہ اس دنیا میں کبھی اپنی ماں کا چہرہ نہیں دیکھ سکیں گے لیکن وہ اپنی ماں کا چہرہ کیسے بھول سکتے جو ان سے بے پناہ محبت کرتی تھیں اور جن سے خود انہیں بے پناہ محبت تھی۔ حضرت آمنہؓ کی تصویر ہمیشہ کے لئے آپ کے دل میں نقش ہو چکی تھی۔

اور پھر تریسٹھ سال کی عمر میں اپنی زندگی کے آخری برس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل ایمان کے ساتھ حجۃ الوداع کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے تھے تو آپؐ اس راستے سے گزرے جدھر سے بچپن میں اپنی ماں کے ساتھ گزارے تھے۔ اس بار آپ کے ہمراہ آپ کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی تھیں۔ جب آپ ابوا کے مقام پر پہنچے تو وہاں قبروں میں سے گزرتے ہوئے ایک قبر کے سامنے افسردگی کی حالت میں کھڑے ہوئے اور دیر تک وہاں کھڑے رہ گئے، حتیٰ کہ آپ کا رونا دیکھ کر حضرت عائشہ بھی رو پڑیں، یہ آپ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہؓ کی قبر تھی...

صورت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ عابد نظامی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نہایت ہی خوش منظر تھی۔ رنگ سرخ و سپید تھا، کلے نہ پھولے ہوئے تھے نہ ہڈیوں میں دھنسے ہوئے، نہ زیادہ دبلے تھے اور نہ توند نکلی ہوئی، آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ تھیں، آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے تھے، بال گھنے، لمبے خوب سیاہ اور گھنگھریالے تھے۔ بالوں کی لمبائی بالعموم کانوں اور شانوں کے مابین یا پھر کانوں کے وسط تک رہتی۔ بالوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ سے یا کنگھی سے سنوار لیا کرتے تھے۔ ریش مبارک گنجان تھی۔

گردن بلند تھی، پلکیں بڑی اور گھنی تھیں اور بھویں نہایت باریک، سینہ چوڑا، مونڈھے بھاری اور ابھرے ہوئے، دانت خوب سفید اور چمکدار جو آخر تک قائم رہے، ہونٹ سرخ اور چہرہ رعب دار تھا۔

قد نہ لمبا تھا، نہ چھوٹا بلکہ نہایت ہی موزوں تھا۔ راستہ چلتے وقت اچھی طرح پاؤں جما کر رکھتے تھے۔ جیسے کوئی شخص اونچی جگہ سے نیچے اتر رہا ہو، چلتے وقت نظریں نیچی رکھتے تھے، اور اِدھر اُدھر مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر دائیں بائیں دیکھنا ہوتا تو کنکھیوں سے نہ دیکھتے تھے، بلکہ پورے جسم مبارک کو جنبش دے کر متوجہ ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اور لباس صاف ستھرا رہتا تھا اور خوشبو لگائے بغیر بھی اس سے مہک نکلتی تھی جو مشام جاں کو معطر کر دیتی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انگڑائی یا جمائی لیتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔

آواز بہت بلند اور گرجدار تھی جو دور دور تک سنائی دیتی تھی۔ تقریر فرماتے تو لوگ فوراً متوجہ ہو جاتے۔ ایک ایک لفظ الگ الگ زبان سے ادا فرماتے۔ بعض اوقات ایک ایک لفظ کو بار بار دہراتے تا کہ سننے والا اچھی طرح سمجھ لے۔

لباس نہ زیادہ تنگ پہنتے نہ بہت ڈھیلا، عام طور پر قمیض، تہمد اور عمامہ استعمال فرماتے۔ پاؤں میں عام طور پر چپل پہنتے۔ بوٹ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمائے ہیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس جس طرح اپنی صورت اور اپنے ظاہر کے لحاظ سے تمام انسانوں سے ممتاز تھی، اسی طرح اپنی سیرت اور اپنے باطن کے لحاظ سے بھی سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا۔

''حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں کچھ بتائیں''۔
مسلمانوں کی ماںؓ نے فرمایا 'کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا، جو کچھ قرآن میں ہے، وہی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مہربان اور رحمدل تھے۔ ہر ایک سے محبت سے ملتے تھے۔ نہایت سخی اور فیاض تھے، کسی کی درخواست رد نہ فرماتے تھے۔ خود بھوکے رہتے اور دوسروں کو کھلاتے تھے۔ اپنے مہمانوں کی خود خدمت کرتے۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر مہمانوں کی دیکھ بھال فرماتے کہ ان کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔

گھر کے کام کاج اپنے ہاتھ سے کرتے، کپڑے پھٹ جاتے تو خود ہی سی لیتے، جوتے بھی خود ہی گانٹھ لیتے، بکریوں کا دودھ اپنے ہاتھ سے دوہتے، مجلس میں بیٹھتے تو سب کے برابر ہوکر بیٹھتے۔ مظلوموں کی فریاد سنتے اور انصاف کرکے ان کا حق دلاتے۔ بیماروں کو تسلی دیتے اور ان کو دیکھنے جاتے، جانی دشمنوں تک سے بدلہ نہیں لیتے تھے۔ ہمسایوں کی خبر گیری فرماتے، ان کے ہاں تحفے بھیجتے، بچوں سے بڑی محبت فرماتے تھے اور پیار کرتے تھے۔

راستے میں بچے مل جاتے تو خود اُن کو سلام کرتے، لین دین کے معاملے میں بہت صاف تھے، ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ دنیا سے بے رغبتی کے باوجود خشک مزاجی اور روکھا پن پسند نہ تھا۔ کبھی کبھی دلچسپی کی باتیں بھی فرماتے۔ صفائی کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے۔ بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے، نہ کبھی ٹھٹھا مار کر ہنستے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ پیٹ بھر کر کھانے سے منع فرماتے تھے۔ فرماتے کہ سب سے بُرا برتن جسے آدمی پُر کرتا ہے وہ پیٹ ہے۔ آدمی کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی توانائی کو بحال رکھ سکیں۔ معدے کا ایک تہائی حصہ کھانے کے لئے رکھنا چاہئے۔ ایک تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی اپنے لئے خالی رکھنا چاہئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غذا بہت سادہ تھی۔ جَو کا بے چھنا آٹا استعمال فرماتے، اونٹ، بھیڑ، بکری اور دنبے کا گوشت بھی پسند تھے۔ کھجور، دودھ، شہد اور سرکہ بھی نوش فرماتے تھے۔ پھول اور سبزیاں بھی مرغوب تھیں، شوربے میں کوٹی ہوئی روٹی بھی استعمال فرماتے تھے۔

جو ما حضرت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتا اسے رد نہ فرماتے اور جو میسر نہ ہوتا اس کے لئے تردد فرماتے۔ پاکیزہ اشیاء میں سے جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کی جاتی انہیں تناول فرماتے، البتہ کوئی چیز خلاف طبع ہوتی تو اسے چھوڑ دیتے۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کی تنقیص نہیں فرمائی، جو کھانے کو مل جاتا شکر کے ساتھ کھا لیتے۔ نہ ملتا تو صبر سے کام لیتے، کھانے پینے سے پہلے اللہ کا نام لیتے اور فارغ ہو کر اللہ کی حمد فرماتے۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو کوئی مشروب پلانا مقصود ہوتا تو ہمیشہ دائیں جانب سے شروع فرماتے۔ عام طور پر روزہ رکھتے تھے۔

وصال کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صحابہ کرامؓ کو پیوند لگی ہوئی ایک چادر اور پیوند لگا ہوا ایک تہمد دکھایا کہ تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سامان چھوڑا ہے•••

پاک مکرم ﷺ

ہر زمانے میں پیمبر بھی نبی بھی آئے
مُصلحِ ملّی و ملکی بھی رشی بھی آئے
حق کے جوئندہ بھی حق کے ولی بھی آئے
واقفِ محرمِ اسرارِ خفی بھی آئے

آئے دنیا میں بہت پاک مکرم بن کر
کوئی آیا نہ مگر رحمتِ عالم بن کر

کس نے جامِ مئے توحید پلایا سب کو
کس نے پیغامِ مساوات سنایا سب کو
راستہ کس نے حقیقت کا دکھایا سب کو
کس نے اس حسن کا دیوانہ بنایا سب کو

تم نے دیکھا ہے بہت دفترِ پیغام اس کا
اور ایسا کوئی گذرا ہو تو لو نام اس کا

کوئی صدیقؓ سا گذرا ہو تو للہ دکھاؤ
تم نے فاروقؓ سا دیکھا ہو تو للہ دکھاؤ
کوئی عثمانؓ سا آیا ہو تو للہ دکھاؤ
کوئی حیدرؓ سا جو پایا ہو تو للہ دکھاؤ

ثانی احمدؐ ذیشان تو کیا لاؤ گے
اس کی امت کی مثالیں بھی نہیں پاؤ گے

حضرت جگر مراد آبادی

نعت

دعوت و ہدایت کی، اک حسیں شفق لے کر ،میرے مصطفےٰؐ آئے
کفر کے اندھیروں میں ،نور کا طبق لے کر ،میرے مصطفےٰؐ آئے
کفر تھا ضلالت تھی ، مالک حقیقی سے ، ہر طرف بغاوت تھی
بو لہب کی بستی میں، پیار کا سبق لے کر، میرے مصطفےٰؐ آئے
سرکشی کی آتش تھی ، دین ہائے باطل کی ظلمتوں کا غلبہ تھا
زندگی اندھیری تھی، شمعِ دین حق لے کر ، میرے مصطفےٰؐ آئے
ہٹ دھرم زمانے کو ،دعوت رسالت سے، اطمینان کیا ہوتا
معجزہ ضروری تھا، ماہتابِ شق لے کر ، میرے مصطفےٰؐ آئے
فتنہ جو زمانہ تھا ، دین کی اشاعت میں ، حکمتیں ضروری تھیں
حاسدوں کی دنیامیں، سُورَت اُلفَلَق لےکر ، میرے مصطفےٰؐ آئے
ٹھیک ہے عقیدت ہو ،ساتھ ہی عقیدت کے ، جذبۂ اطاعت ہو
جو عمل کے قابل ہو، ایسا اک سبق لے کر، میرے مصطفےٰؐ آئے
ذہن کھلنے والے ہیں، صبح ہونے والی ہے، کفر مٹنے والا ہے
دینِ حق کی نصرت کا ، دورِ مستحق لے کر، میرے مصطفےٰؐ آئے
عالمِ رسالت میں، آئینِ رسالت کی، جو کتاب ادھوری تھی
اُس کتابِ رحمت کا ، آخری ورق لے کر ،میرے مصطفےٰؐ آئے

بطورِ تحفۂ شبِ قدر (محترم شکیل رضا صاحب کی نذر)

عزیز بلگامی

نعت

فرش کے مکینوں کو عرش کی خبر لے کر میرے مصطفٰے آئے
دورِ خی زمانے میں جنتوں کے گھر لے کر میرے مصطفٰے آئے
جہل تھا سیاہی تھی ، ظلم تھا تباہی تھی ، ہر طرف اداسی تھی
ظلمتوں کے صحرا میں ، نور کی ڈگر لے کر میرے مصطفٰے آئے
کفر کی سیاست میں ، جبر کی ریاست میں ، رات گہری کالی تھی
اور ایسی حالت میں ، شمع سحر لے کر ، میرے مصطفٰے آئے
رقص تھا شراروں کا ، مرثیہ بہاروں کا ، سارے لوگ پڑھتے تھے
قاتلوں کی بستی میں ، امن کا سپر لے کر ، میرے مصطفٰے آئے
شرک کی غلامی میں ، دَورِ کم نگاہی میں ، حق سے لوگ جلتے تھے
آگ کے سمندر میں ، شبنمی نظر لے کر ، میرے مصطفٰے آئے
معرکہ ضروری تھا ، یعنے حق و باطل کا ، فیصلہ ضروری تھا
جنگ جب چھڑی ہے تو پھر چراغ سر لے کر میرے مصطفٰے آئے
خوشبوئے عقیدت کے ، پھول ہیں یہ لفظوں کے ، جو شبابؔ لایا ہے
کیونکہ سارے لفظوں میں جادوئی اثر لے کر میرے مصطفٰے آئے

ڈاکٹر محمد حنیف شباب بھٹکل

آمدِ سرورِ عالم ﷺ

حضورؐ آئے تو اللہ کی وحی آئی
حضورؐ آئے عبادت کی شان بھی آئی
حضورؐ آئے تو سجدوں میں دلبری آئی
حضورؐ آئے تو بندوں میں بندگی آئی

حضورؐ آئے تو ظلمت مٹی زمانے میں
حضورؐ آئے تو نفرت مٹی زمانے میں
حضورؐ آئے کدورت مٹی زمانے میں
حضورؐ آئے تو رحمت بھی جھومتی آئی

حضورؐ آئے تو رحمت کے چھا گئے سائے
حضورؐ آئے تو یثرب کے پھول مسکائے
حضورؐ آئے تو امن و امان لے آئے
حضورؐ آئے تو چہروں پہ تازگی آئی

حضورؐ آئے نکھرنے لگے ہیں سجدے بھی
حضورؐ آئے تو اموال کو ملی پاکی
حضورؐ آئے تو بھوکوں کو مل گئی روٹی
حضورؐ آئے نماز اور زکوۃ بھی آئی

حضورؐ آئے غریبوں کا حوصلہ بن کر
حضورؐ آئے یتیموں کا آسرا بن کر

حضورؐ آئے صداقت صفا وفا بن کر
حضورؐ آئے ضیائے محمدیؐ آئی

حضورؐ آئے تو ایمان کی ملی دولت
حضورؐ آئے تو انسان کو ملی عظمت
حضورؐ آئے تو مظلوم کو ملی راحت
حضورؐ آئے مظالم میں بھی کمی آئی

حضورؐ آئے تو کیا کیا نہ آئے علم و ہنر
حضورؐ آئے تو انسان کے کھلے جوہر
حضورؐ آئے تو اخلاق کے کھلے دفتر
حضورؐ آئے تو انسان میں خودی آئی

حضورؐ آئے برائی کا کھیل ختم ہوا
حضورؐ آئے کہ اچھائیوں کا دور آیا
حضورؐ آئے کہ فخر و غرور ٹوٹ گیا
حضورؐ آئے کہ انساں میں سادگی آئی

حضورؐ آئے نبوت کی آبرو بن کر
حضورؐ آئے شہادت کی آرزو بن کر
حضورؐ آئے صداقت کی جستجو بن کر
حضورؐ آئے تو معراج زندگی آئی

حضورؐ آئے کہ توحید کا ظہور ہوا
حضورؐ آئے کہ الحاد و کفر دور ہوا

حضورؐ آئے کہ انسان بے قصور ہوا
حضورؐ آئے تو فوز فلاح بھی آئی

حضورؐ آئے گلستاں کھلا اصولوں کا
حضورؐ آئے نصیبہ کھلا صحیفوں کا
حضورؐ آئے تو رتبہ بڑھا رسولوں کا
حضورؐ آئے تو دنیا میں بہتری آئی

حضورؐ آئے درود و سلام بھی آیا
حضورؐ آئے نیا اک نظام بھی آیا
حضورؐ آئے خدا کا کلام بھی آیا
حضورؐ آئے ہدایت کی روشنی آئی

حضورؐ آئے تو قیصر کا قصر ٹوٹ گیا
حضورؐ آئے تو کسریٰ کا تخت چھوٹ گیا
حضورؐ آئے تو سچ آیا اور جھوٹ گیا
حضورؐ آئے تو عقبیٰ کی سروری آئی

مرے حضور جو آئے تو ہر خوشی آئی
مرے حضور جو آئے تو آگہی آئی
مرے حضور جو آئے تو نغمگی آئی
مرے حضورؐ جو آئے شگفتگی آئی

محمد یعقوب اسلم عمری ایم اے علیگ

ﷺ

آمدِ سرورِ عالم

محمد مصطفیٰؐ آئے خدا کی آگہی آئی
محمد مصطفیٰؐ آئے تو اچھی زندگی آئی

محمد مصطفیٰؐ آئے سلیقہ زیست کا لائے
محمد مصطفیٰؐ آئے تو نوری زندگی آئی

محمد مصطفیٰؐ آئے تو کمزوروں کو زور آیا
محمد مصطفیٰؐ آئے تو سچی سروری آئی

محمد مصطفیٰؐ آئے تو نورِ دو جہاں آیا
محمد مصطفیٰؐ آئے تو ظلمت میں کمی آئی

محمد مصطفیٰؐ آئے قرآن مبین لائے
محمد مصطفیٰؐ آئے تو اللہ کی وحی آئی

محمد مصطفیٰؐ آئے تو ذوقِ بندگی آیا
محمد مصطفیٰؐ آئے بہارِ زندگی آئی

محمد مصطفیٰؐ آئے تو دن بدلے غریبوں کے
محمد مصطفیٰؐ آئے تو ہونٹوں پر ہنسی آئی

محمد یعقوب اسلم عمری ایم اے علیگ

شعر گوئی کی ابتداء

از: سید جلال محمودی
مومن محلہ۔ بھدراوتی 301 577
موبائل 9980314244

محققینِ شعروسخن کا اتفاق اس امر پر ہے کہ سب سے پہلے شعر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے ہابیل کے قتل پر کہا جو قابیل سے سرزد ہو چکا تھا، اس سانحہ پر آدمؑ نے جو فطری طور پر اپنے بیٹے کی موت کے صدمے کو جو سہا، بلا شبہ آپ پر اک حزن وملال کی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ کے شعور کی پرتیں لرز گئیں، رنج وغم آپ کی رگوں میں سرائیت کر گیا۔ آپ جب اس کرب میں ڈوب گئے تو کچھ پُر درد کلمات آپ کی زبان سے نکل پڑے۔ دراصل اسی کو شعر سے تعبیر کیا گیا جو ناقابل فراموش حقیقت ہے۔ آپ کی زبان سُریانی تھی، اس وقت ابھی شعر کا وہ سانچہ تیار نہیں ہوا تھا جس میں وزن وقافیہ کا التزام ہو۔ یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ بعدازاں اس کا ترجمہ شعری موزونیت کے ساتھ عربی زبان میں ہوا۔ چونکہ محقق طوسی اپنی مشہور تصنیف ''اساس الاقتباس'' میں فرماتے ہیں کہ سُریانی وعبرانی حتیٰ کہ قدیم فارسی شعر گوئی میں بھی وزن ضروری نہ تھا، سب سے پہلے وزن کا التزام عربوں نے کیا۔ یونانیوں کے ہاں بھی قافیہ ضروری نہ تھا۔ آدم علیہ السلام کی شعر گوئی سے متعلق امام فخر الدین رازی وزمخشری متفق نہیں ہیں۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے شعر گوئی کو داخلِ شریعت نہیں کیا۔ دونوں اصحابِ آراء کا ادعا یہ ہے کہ انبیاء شعر گوئی سے مبراء ہیں۔ لیکن ان دونوں اصحابِ آراء کے قول کی تردید حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے ہوجاتی ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ حضرت آدمؑ اپنے اس رنج وغم کو مرثیہ کے انداز میں سریانی زبان میں نثر میں ادا کیا تھا کیونکہ ان کی زبان سریانی تھی پھر اس کا ترجمہ عربی زبان میں اشعار میں ہوا۔ یہ ترجمہ یعرب بن قحطان کی کتاب ''روضۃ الصفا''۔ ''تاریخ طبری'' اور ''روضۃ الاحباب'' وغیرہم میں منقول ہے، جس کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

تغریت البلاد ومن علیھا   ووجہ الارض مغبر قبیح

یعنی متغیر ہوگئے شہر اور اسکے رہنے والے   اور روئے زمین خراب اور گرد آلود ہوگئی

تغیر کل ذی لمعہ لون   و قل بشاشۃ الوجہ الملیح

یعنے بدل گئی ہر رنگ دار اور مرنے والی چیز   اور کم ہوگئی تازگی حسین چہرے کی

فوا اسفا علی ھابیل ابنی   قتیلا قد تغمینہ الضریح

یعنی افسوس ہے مرے بیٹے ہابیل پر   جو مقتول ہے اور قبر نے اسکو اپنی آغوش میں لے لیا

وجاورنا عدو لیس یغنی   بعین لا یموت تسیّرع

اور ہمسایہ ہوگیا ہے ہمارا دشمن   اس سے ہم راحت پائیں

یہ قول سچ ہے کہ انبیاء شعر گوئی سے مبراء ہیں اور شعر گوئی شانِ نبوت نہیں ہے لیکن جو بھی غم ناک حادثہ انبیاء کے ساتھ پیش آئے، بتقاضائے بشریت اس سانحہ کی غم گیں کیفیت کا فطری ہونا بعید از امکان نہیں۔ بحیثیتِ بشر درد و کرب کے اظہار کا تقاضہ مرزا اسد اللہ خان غالبؔ سے یوں ہوا۔

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکے تو وہ لہو کیا ہے

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ شعر گوئی کی ابتداء بے شک آدم علیہ السلام سے ہوئی۔

اُردو میں نعت گوئی کی ابتداء

از: سید جلال محمودی

مومن محلہ۔ بھدراوتی-301 577

موبائل: 9980314244

محققین اردو اس نتیجہ پر بجا طور پر پہنچ چکے ہیں کہ خامۂ اردو نے سب سے پہلے لفظ ''اللہ'' لکھا پھر ''محمدؐ '' اس کے بعد حمد و نعت سے ہی متعلق اردو شعر سخن میں مضمون باندھے گئے۔ چنانچہ دکن میں اردو کے مصنف یوں رقمطراز ہیں کہ اردو میں سب سے پہلے نعت شریف حضرت خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسو درازؒ نے لکھی۔ آپ کا تخلص شہبازؔ تھا، اس طرح ہندوستان میں نعت گوئی دکن سے شروع ہوئی ہے۔ حالانکہ ایک اور محقق نے بتلایا ہے کہ حضرت مخدوم جہانیان بخاری نے صنف نعت کا آغاز کیا۔ آپ کا شعر ملاحظہ ہو ''محمد پر میں کھڑا سائیں پریم چکھائے'' ویسے محمد علی قطب شاہ دکنی معانی کی غالباً 90 راشعار پر مشتمل ایک نعت منظر عام پر آچکی ہے۔ نمونۂ کلام

چاند سورج روشی پایا تمہارے نور سے
آبِ کوثر کو شرف تھڈی کے پانی پُور سے

اس کے علاوہ دکنی شعراء میں ولیؔ دکنی ، ملا غواصیؔ ، عبدالمومن مومنؔ ، سید میراں ہاشمیؔ ، ملا وجہیؔ ، صنعتیؔ بیجاپوری جو تمام دکنی شعرا ہیں، یہ تمام شعرائے کرام نے نہایت عقیدت و محبت سے نعت گوئی کا گلزار سجایا ہے۔ اس دور میں زیادہ تر نعت کے لئے مثنوی کا سانچہ ہی استعمال کیا گیا بعد ازاں نعت ، غزل ، قصیدہ ، قطعات ، رباعی، مخمس ، مسدس و مستزاد کی ہیئتوں میں طبع آزمائی ہوئی۔ ولی دکن فرماتے ہیں:

یا محمدؐ دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں
خلق کو لازم ہے جو کوں تجھ پہ قربانی کرے
جس مکاں میں ہے تمہاری فکرِ روشن جلوہ گر
عقل اول آکے واں اقرارِ نادانی کرے

اس دور کے بعض شعرائے کرام ہی قابلِ ذکر قاضی محمود بحری بھی ایک ہیں۔ آپ کا نمونہ کلام کچھ اس طرح ہے۔

محمد گر مدد ہوگا ہمارا　　سکل دکھ درد ہوگا ہمارا

ان کے ساتھ سید محمد فراقیؔ بیجاپوری ممتاز نعت گو شاعر ہیں، عرض کرتے ہیں:

مدینے میں اگر پیدا ہوا ہوتا تو کیا ہوتا
محمد کی گلی بھیتر فنا ہوتا تو کیا ہوتا

بہرحال یہ نا قابل فراموش حقیقت ہے کہ نعتیہ کلام کی ابتداء سرزمین دکن سے شروع ہوئی۔ بالخصوص دکن میں دکنی میں لکھی ہوئی مثنویاں مثلاً ''نور نامہ''۔ 'معراج نامہ''۔ ''سیر شریف''۔ ''شہادت نامہ'' جیسے شہکار وجود میں آئے اور زمانہ دراز تک اسلامی عقائد کا پڑھا جانے اور سنا جانے والا شہکار رہے، جس کی گونج آج بھی مذہبی مجالس میں سنائی دیتی ہے۔ بلاشبہ نعت گوئی ولیؔ دکنی سے مرزا سوداؔ دہلوی تک پہنچی، قدم بہ قدم بڑی ہی تیز روی کے ساتھ یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا۔ اور تا قیامت یہ سلسلہ سعادت ومحبت جاری وساری رہے گا۔ اس کاروانِ نعت کے سفیر، میر ومرزا، انیس ودبیر، انشاء وجرأت، آتشؔ وناسخؔ، مصحفیؔ ونظیرؔ، میر حسنؔ ودیا شنکر، غالب ومومن، ذوقؔ وظفرؔ، امیر وداغ، شبلیؔ وحالیؔ، اصغر وفانیؔ،، جوش وجگر، حسرت وسیماب، فیض وفراقؔ ہیں۔

اب آیئے ذرا اردو نعت گوئی کا مفصل جائزہ لیں جو اس مقدمہ کا متقاضی پہلو ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے، نعت لکھنا اتنا آسان نہیں جتنا کہ سمجھا جاتا ہے۔ نعت گوئی میں شاعر کو ہزار ہا احتیاط کے ساتھ لب کشا ہونا پڑتا ہے، وگرنہ ذرا سی لغزش بھی یا تو الوہیت تک لے جاتی یا تہی وصف کے زمرے میں چھوڑ دیتی ہے۔ پھر بھی شعراء کے حق میں تائیدِ غیبی ونبی کریمؐ کی خوشنودی ورضامندی شاملِ حال رہتی ہے۔ ہر نعت گو شاعر آپؐ کے حسبِ مراتب کو ملحوظ خاطر رکھ کر لب کشا ہوتا ہے۔ کچھ ایسے ہی نازک مقام پر حضرت شاہ عبدالحق محدثؒ دہلوی یوں رہنمائی کرتے ہیں کہ:

مخواں او را خدا از برامر شرع و حفظ و دیں
دگر ہر وصف کس می خواہی مدحش الاّ کن

ترجمہ: شریعت کے حکم اور دین کی حفاظت کے لئے حضرت محمد کو یعنی نبی اکرم کو خدا نہ کہو اس کے علاوہ وہ دوسری صفت جو بھی آپ کی تعریف میں بیان کرنا چاہتے ہو کرو۔

اردو نعت گوئی میں شک نہیں کہ سرکارِ دوعالم سے انتہائی محبت وعقیدت کا اظہار بلیغ انداز

میں حسن و دلکش پیرائے میں ہوا ہے۔ لیکن کامیاب نعت گوئی بہت ہی کم شعراء کے حق میں آئی جو زبان زدِ خاص و عام ہوئی ہو۔ اس سے میری مراد مرزا اسد اللہ خان غالبؔ ہیں، جن کا ذکر دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ اردو غزل کے معیار کو فارسی غزل گوئی کی معراج تک پہنچانے والے غالبؔ ریختہ گوئی کو رشکِ فارسی بنانے والے غالبؔ جن کی نکتہ دانی وشوق بیانی اردو شاعری کا نادر نمونہ ہے جو واقع رشکِ فارسی ہے، جن کی اردو غزلیں ہم عالمی سطح کے ادب میں فخریہ طور پر پیش کر سکتے ہیں باوجود اس باکمال بین الاقوامی شہرت یافتہ شاعر ہونے کے بڑی عجیب بات یہ ہے کہ آپ کی لکھی ہوئی اردو نعت کا ایک نمونہ بھی ہم دیکھ نہ پائے البتہ آپ کے فارسی نعت کے اشعار سعدیؔ، جامیؔ و مولانا رومؔ کی نعت گوئی کے معیار کے برابر ہیں آپ کا صرف ایک شعر جو غزل کا مقطع ہے درج ذیل ہے:

اس کی امت میں ہوں مرے ہیں کیوں کام بند
واسطے جس شہؐ کے غالبؔ گنبدِ بے در کھلا

اس کے علاوہ قصیدہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہ تعالیٰ میں ایک شعر یوں ہے:

پائے اطہر کو ترے دوشِ پیغمبر ممبر
نام ، نامی کو ترے ناہید عرش نگیہ

مرزا غالبؔ کو اس مقام پر نہایت احتیاط برتنا چاہئے تھا، اس سے قطع نظر چند شعراء لاشعوری طور پر لغزش پا ہو جاتے ہیں، جس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

غم ہر دوجہاں دل سے بھلا دو یا رسول اللہ
مجھے بھی ''موہنی'' صورت دکھادو یا رسول اللہ

(سید عابد حسین مرحوم، الہ آبادی)

نبی کریمؐ کے چہرۂ انور کو موہنی صورت سے تشبیہ دینا یہاں پر حد درجہ کی بے ادبی ہے۔ کیونکہ یہ تشبیہ یہ کردار غیر اسلامی ہے۔ چونکہ دیومالائی کہانیوں سے یہ کردار ''مایا'' ہے ''چھل'' ہے فریب ہے، جس پر بھی اس کا جادو چل جاتا ہے وہ منش، وہ آدمی دشمن کو دوست اور دوست کو دشمن نظر آتا ہے۔ لہٰذا ایسی تشبیہات غیر اسلامی سے بچنا لازمی ہے۔ ویسے یہ شعر مناجات میں شمار کیا جاتا ہے اس میں وصفِ رسول کا کوئی عنصر نہیں ہے۔

جس میں وصفِ رسول نہ ہو وہ شعر مناجات وفریاد کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔ عموماً اردو

نعت گوئی میں اکثر و بیشتر اشعار شاعر کی تمنا، تڑپ، فریاد، بے کسی کا مظہر ہوا کرتے ہیں، جس کو نعت میں شامل کیا جاتا ہے۔ جہاں تک میں نے اردو نعت گوئی کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بڑے بڑے شعراء کے پاس بھی یہ کمی محسوس ہوتی ہے۔ اردو نعت گو شعراء اکثر و بیشتر مدینہ جانے کی آرزو و خاک ہو جانے کی تمنا کا اظہار کیا کرتے ہیں۔ مزید دیدار نبی کی تڑپ، روضہ کی جالیاں چوم لینے کی خواہش، مدینہ جا کر واپس نہ آنے دعا، حضور کی غلامی کا شرف، بادِ صبا سے حضور تک اپنا پُر عقیدت سلام پہنچانے کا تقاضہ، حضور کے نام پر جان دے دینے یا سر کٹا دینے کا جذبہ، اپنے گناہوں کی بخشش کی التجا، روز محشر شفاعت کی فریاد، جامِ کوثر کی طلب، ان تمام نیک قلبی واردارتوں و پاک حسرتوں کا اظہار مناجات میں شمار ہوتا ہے۔ نعت وہ ہے جس میں تقدسِ نبی نمایاں ہو، نعت وہ ہے جس میں مراتب و مناقب نبی کا وصفی پہلو ہو، نعت وہ ہے جس میں صفاتِ نبوت کا پُر نور عکس ہو، نعت وہ ہے جو کمالِ نبوت و جمالِ نبوت کا آئینہ ہو۔ اس آفتابِ جہاں تاب کی کرنوں نے جہل کی تاریکیوں کو اجالے بخشے، اس ہدایت کے سر چشمہ سے بے شمار تشنگانِ حق سیراب ہوئے جب خدا خود آپ کا مدحت سرا ہے، قرآن اس کا شاہد و مظہر ہے، لاکھوں احادیث، ہزاروں سیرت کی کتابوں میں وصفِ نبی کا گلشن بے خزاں مہک رہا ہے تو ہمیں آپ کا وصف ڈھونڈنے، کھوجنے، پرکھنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اب ہمیں صرف عقیدت و محبتِ رسول سے لبریز دل کو لفظ و بیان میں چھلکانا ہے، اسی وصف کو دہرانا ہے جسے خدا نے قرآن نے بزرگانِ دین نے بیان فرمایا ہے۔ بدلتے ہوئے زمانے کے ساتھ ادب کے تقاضے بھی بدل جاتے ہیں، زبان و بیان کا طرز سوا ہو جاتا ہے، تکنیکی و فنی ندرت، ترسیل و ابلاغ میں عجیب کشش لئے ہوئے ہوتی ہے، ہر دور کی، ہر عہد کی سخن وری اک الگ پہچان بن جاتی ہے۔

نعت گوئی کا اسلوب بھی ہیئتوں کے تبدیلی کا متقاضی ہے۔ ہمارے ادب میں آج بھی اب بھی تجرباتی نعت کی گنجائش ہے حالانکہ چند شعراء اس طرف ادبی و تخلیقی مراجعت کر چکے ہیں، جو صرف وصرف مراتب و مناقب نبوت کا مظہر ہے۔

قدیم سے جدید تر، خوب سے خوب تر کی طرف ایک قافلہ ادب رواں دواں ہے، جن کی منزل نعت گوئی ہے، جن کے تخیلات، تمثیلات، تشبیہات، انوارِ نبی سے مَس ہو کر نورٌ علیٰ نور کے نقوش بنے ہوئے ہیں۔ بالخصوص اس زمین سے جہاں سے نعت گوئی کا آغاز ہوا تھا۔ سرزمین

کرناٹک یعنی دکن کو آج بھی یہ شرف حاصل ہے کہ نعت گوئی کے شعور کو فروغ دے سکے، نیا اسلوب عطا کر سکے، مدحتِ نبی میں اپنی پہچان بنا سکے، ریاست کرناٹک باکمال نعت گو شعراء سے کبھی خالی نہ رہی۔ بالخصوص حیدرآباد کے علاوہ بیجاپور، گلبرگہ، بیدر، رائچور، باگام، میسور، ملناڈ، بنگلور، ہاسن، کولار، ٹمکور، چن پٹن، رام نگرم سے باکمال و بے مثال نعت گو شعرا اٹھے۔ جن کا نعتیہ کلام اکثر و بیشتر زبان زدِ خاص و عام ہے۔ کچھ اک شعرائے دکن کا کلام شمالی ہند کے اساتذہ سے داد پا چکا ہے۔

کچھ اک صوفی شعرا کا کلام آج بھی کعبۃ اللہ شریف میں پڑھا جاتا ہے جو عربی میں ہے جو سلام عقیدت و محبت ہے۔ مجھے دورِ حاضر کے ان شعرائے کرام کا نعتیہ کلام پڑھتے ہوئے نہایت خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ ان تمام شعرائے کرام نے اپنے اسلاف کے سلسلہ عقیدت و محبت رسول کو نہایت سبک رو انداز میں آگے بڑھایا۔ مستحق مبارکباد ہیں کارکنانِ "مرکزی انجمن شمع ادب" بنگلور جو "ادارہ ماشاء اللہ" کے زیرِ اہتمام نہ صرف نعتیہ مشاعروں کا انعقاد کروایا بلکہ کلام کو بھی اسی محبت و عقیدت سے زیورِ طباعت سے آراستہ و پیراستہ کیا اور بندے (راقم الحروف) کو مقدمہ "طرز نعت" اور اس کے دیگر لازمی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی ذمہ داری بخشی، جس کے لئے میں کسی طرح قابل نہ تھا، یہ محض محترمی و مکرمی جناب شکیل رضا صاحب کا پُر خلوص اصرار تھا جو میں اس بارِ گراں کو اٹھانے کی جرأت کر بیٹھا اور تحقیقی مقالے کو تین ماہ کی مدت دراز میں پورا کیا۔ اہل قلم اس عرق ریزی کو قبولیت کی نظر سے دیکھیں تو میں سمجھوں گا کہ میری یہ محنت رائیگاں نہ گئی۔ الغرض پہلا طرحی مصرع جو چنا گیا ہے وہ نہایت مناسب و معقول ہے جو نعت گوئی کا بھرپور تقاضا کرتا ہے اور کلام خود بخود عقیدت چھلکنے لگتی ہے۔

مصرع طرح

"قرآن بھی ہے آپ ؐ کی مدحت کا آئینہ"

نعت گوئی میں مصرع طرح کا انتخاب بہت اہم ہوا کرتا ہے۔ اس مصرع میں نبی کریمؐ کے کردارِ عظیم کو جزیات و کلیات قرآن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ نعت گوئی کے لئے یہ مصرع صراط مستقیم کی حیثیت رکھتا ہے۔ شاعر کو ہر شعر میں، صرف اور صرف وصفِ رسول کی مدحت سرائی کی جانب لے جاتا ہے، کماحقہ شاعر اسی نہج کو اختیار کرتا ہے جس میں کردار، گفتار و رفتار رسول بیان ہو۔ اس طرحی مصرع پر جن شعرائے کرام نے طبع آزمائی کی ہے نتیجہ کے طور پر نعت کے تخلیقی و توصیفی خلاء کو

حتی المقدور پُر کرنے کی سعی کی ہے۔تشبیہات، تمثیلات، اشارات و کنایات کو جوصرف نبی کریمؐ سے متعلق ہیں ہر شاعر نے اچھوتے اور نرالے انداز میں پیش کیا ہے، ہر شاعر کے تخیل کا پروانہ شمعِ نبوت کا طواف کرتا ہوا خودی سے بے خودی کی سمت محوِ پرواز ہے۔ ہر شاعر کا قلم کردارِ رسولؐ کی روشنائی میں تر ہو کر جوہر آبدار بکھیرنے لگتا ہے۔ یہاں عقیدت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ فن نعت نہیں بلکہ نعت خود فن بن جاتی ہے۔

اور دوسرا مصرع

"مری نگاہِ عقیدت کا انتخاب ہیں آپ"

اس مصرع میں بلا شبہ حسنِ عقیدت کا پَر تو نمایاں ہے جو نعت گوئی کا لازمی تقاضہ ہے۔"انتخاب" قافیہ اور "ہیں آپؐ" ردیف ہے، اس مصرع طرح میں بھی شاعر کو وہ موضوع و مضمون فراہم ہوتا ہے جو بجا طور پر وصفِ رسولؐ کی جانب ایمانی وایقانی ارتقاء تک رسائی نصیب ہوتی ہے۔ بہر کیف جتنی بھی نعتیں داخلہ اشاعت ہیں قابلِ مطالعہ و قابل توجہ ہیں۔ یہ ان نعت گو شعرا کے لئے راہنمائی ہے، سرکار کے حضور فریاد، مناجات، آرزو، تمنا کے اظہار کو نعت سمجھ لیا کرتے ہیں، اس طرح ان کا معیارِ سخن ان تقاضوں کو پورا نہیں کر پاتا جو اردو نعت گوئی کو معراج بخش سکے ،نمونہ کلام نئے شعرا کے لئے اک مشعل راہ ہے۔

مقدمۂ طرزِ نعت

از: سید جلال محمودی
مومن محلہ۔ بھدراوتی-301 577
موبائل: 9980314244

نعت کے لغوی واصطلاحی معنے اس تعریف وتوصیف کے ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ومنسوب ہے، دنیا کی ہراک زبان میں شانِ خاتم النبیینؐ میں نعتیں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً عربی، فارسی، انگریزی، اردو، فرانسیسی، ترکی، جرمنی، سنسکرت، عبرانی، سُریانی، لاطینی، ہندی زبانیں قابلِ ذکر ہیں۔اس کے علاوہ برصغیر میں ریاستی زبانوں میں بھی نہایت عقیدت کے ساتھ نعتیں کہی گئی ہیں۔یعنے پستو، پنجابی، بنگلہ، تامل، اڑیہ، تلگو، گجراتی، کنڑ، مراٹھی، سرائیکی، پراکرت، برج بھاشا، ملایالم، دکھنی میں ہم وصفِ سرکارِ دوعالم سے محفوظ ومستفید ہوئے ہیں، مذکورہ تمام زبانوں میں نعت گوئی کافن ہزار لائق تعریف سہی، لیکن زبان عربی میں جونعتیں کہی گئی ہیں، ان کی فصاحت وبلاغت، نئی ندرت، تعریف وتوصیفِ نبی کی جامع قدرت دوسری زبانوں میں نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ اہل عرب دوسروں کو ''عجمی'' کہتے ہیں۔جس کا مطلب ہے ''گونگا'' یہ اپنی عربی زبان کی شیرینی ولطافت پر بجا طور پر فخر کرتے ہیں۔ بقول شاعر قدسیؒ

ذاتِ پاک تو دریں ملکِ عرب کرد ظہور
قرآن سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

بے شک عربی شعریات کا ایجاز واختصار معنون ووصفی جامعت کا تہہ دار ہے۔ بالخصوص قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت، شیرینی ولطافت خود اہلِ عرب فصحیٰ وبلغیٰ کو متحیر کرگئی۔عربی لسانیات ادبی تواریخ کے مطالعہ سے یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا ہے کہ قرآن مجید عرب کے چالیس قبائل کی مرجبہ وعام بول چال کی زبانوں کا مجموعی عکاس ہے کلی مظہر ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی اپنی معرکۃ الآرا تصنیف ''الاتقان'' میں علامہ ابوبکر واسطی مشہور تصنیف ''الارشادنی القرآت العشر'' کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ قرآن مجید میں چالیس قبائل کی زبان

ہے۔ یہ چالیس لغات درج ذیل ہیں:

قریش، ہذیل، کنانہ، خثعم، خزرج، اشعر، نمیر، قیس، عقلان، جرہم، اردشنو، کندہ، تمیم، حمیر، مدین، لخم، سعدہ العشیرہ، حضرموت، سدوس، عمالقہ، انمار، فسان، خزاعہ، غطفان، مذحج، اوس، طے، عامرین، معصعہ، سبا، عمان، بنوحنفیہ، مرینہ، حزام، ہوازن، عدرہ، یمامہ، دترکی۔ یہ سب لغات میں ہر اغلب حصہ لغات قریش پر مشتمل ہے۔ اس امر میں کسی کو اختلاف نہیں کہ نعت گوئی کی ابتداء نبی کریمؐ کے دور سے ہوئی چونکہ کفار مکہ ومشرکین کا معمول یہ تھا کہ وہ وقتاً فوقتاً آپ کو تکلیف وایذارسانی کے نت نئے بہانے وذریعے تلاشا کرتے تھے۔ جب مشرکین کی یہ مہم تیز تر ہوگئی اوران کی گستاخ آمیز ہجو سے آپ کو دلی تکلیف ہونے لگی، تو آپ سرکارِ دوعالم نے مدافعت میں جوابِ دشمنان کے لئے حسان بن ثابت کو شہ دی کہ ان کی بدتمیزی کا تم کھل کر جواب دو۔ چنانچہ احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ "آپؐ نے حسان بن ثابت کو یہ حکم دیا کہ ممبر پر بیٹھ کر ان لوگوں کا جواب دو جو ہجو وتہمت طرازی پر اتر آئے ہیں"۔ آگے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضوراکرمؐ مسجد نبوی میں ایک ممبر حسانؓ کے لئے رکھتے تھے۔ (بحوالہ، بخاری، ابوداؤد، ترمذی) جو وہ اس پر کھڑے ہوکر نعتیہ اشعار پڑھا کرتے تھے اور آپؐ حسان بن ثابت کی ہمت بڑھاتے ہوئے یوں فرماتے کہ اللہ حسان کی تائید جبرئیل کے ذریعے کرتا ہے۔

ایک اور روایت ہے کہ سرور کونین مکہ معظمہ پہنچے تو ہنگام قضائے عمرہ حضرت ابن رواحہؓ آپؐ کے آگے آپ کی شان میں آپؐ کے وصف ومدحت میں بے ساختہ اشعار پڑھتے جاتے جنھیں آپؐ پسند فرماتے۔ ان اشعار کا خلاصہ کچھ یوں تھا "اے کفار مکہ، مکے کا راستہ خالی کردو، رسولِ خدا تشریف لارہے ہیں وہ آج تم کو بحکمِ خدا قتل کردیں گے اور خوب سزادیں گے" جب یہ اشعار سن کر حضرت عمرؓ نے انہیں یوں کہہ کر روکنا چاہا کہ یہ موقع شعرگوئی کا نہیں ہے۔ تب حضوراکرمؐ نے فرمایا کہ اے عمر انہیں منع نہ کرو، یہ اشعار کفار کے حق میں تیر سے زیادہ کارگر ہیں۔ نیز بخاری ومسلم شریف نے یہ روایت کی ہے کہ جب آپؐ نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا تو حسانؓ بن ثابت کو حکم دیا کہ تم مشرکین کی ہجو کرو، تمہارے ساتھ جبرئیل ہے اور عائشہؓ سے مسلم نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے شعراء سے فرمایا تھا کہ تم کفار کی ہجو کرو کیونکہ یہ ان پر تیر مارنے سے زیادہ کارگر ہے۔ بلاشبہ اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے نعت دورِ نبوت سے شروع ہوئی جس کو خود نبی کریمؐ نے پسند فرمایا۔

آیئے حسان بن ثابت کا نمونہ کلام نعت نبی علیہ السلام ملاحظہ فرمائیں۔

ما ان مدحت محمداً بمقالی		ایکن مدحت مقالتی بمحمد

ترجمہ: میں نے اپنے کلام سے محمد کی تعریف نہیں کی بلکہ آپؐ کے ذکر پاک سے اپنے کلام کو قابلِ تعریف بنالیا۔

یعنی شاعر اپنے طرزِ سخن کو وصفِ رسول کے کمال سے اُوج پر پہنچالیا اس طرح کلام حسانؓ عالمِ چہاردانگ بن گیا۔ اس کی شہرت ابد تک رہے گی۔ ایک اور نعت کے دو شعر ملاحظہ فرمایئے جو حسان کی زبانِ گہربار سے بحُسنِ عقیدت یوں چھلکے ہیں۔

اغیر علیہ للنبوۃ خاتمہ		من اللہ مشھود ویلوح ویشھد

وضمہ الا لہ اسم النبیالی اسمہ		اذ قال فی الخمس الوذن اشھد

ترجمہ: آپ کی پشتِ مبارک پر نبوت کی مہر جگمگا رہی ہے جو اللہ کی طرف سے لگی ہوئی ہے او رموذن پانچوں وقت اشھد ان لا الہ کہہ کر اس امر کی گواہی دے رہا ہے کہ خدائے برتر نے آپؐ کا نام اپنے نام کے ساتھ شامل کرلیا ہے۔

حسانؓ بن ثابت آپ کے صحابی تھے۔ آپؐ کے قریب تر رہے، انہیں آپؐ کے دیدار اور سایۂ دستار کا شرف حاصل رہا، یہی شرف وقربت وخوشنودیٔ رسولؐ سے حسانؓ کی چشم عقیدت میں اتنے صاف وشفاف آئینے لگادیئے کہ آپ کی حسنِ صورت تا حسنِ سیرت کا دل پذیر عکس نعت گوئی میں جگمگانے لگا۔ حتیٰ کہ مہر نبوت تک شمع فروزاں منزل ایمان بن کر نمایاں ہوگئی۔ یہ اشعار اپنی مثال آپ ہیں۔

حضور اکرمؐ کی وفات پر سیدنا صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ:

فصلی الملیک ولی العباد		ورب العباد علی احمد

فکیف الحیاۃ لفقد الحبیب		وزین المعاشر فی المشھد

ترجمہ: مالک الملک بندوں کا والی پروردگار عالم احمد مجتبیٰ پر درود وسلام بھیجے، اب زندگی کیا ہے، جب اپنا حبیب ہی بچھڑ گیا اور وہ جو زینتِ عالم تھا نہیں رہا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ کلام عربی معاشرے کی عام بول چال کا ایک نادر نمونہ ہے۔ جس میں تاثراتِ قلب موج در موج موجزن ہیں۔ دوسرے شعر میں حزن وملال کی کیفیت ہے، اک درد ہے، اک کرب کا عالم ہے۔ جبکہ پہلے شعر میں نبی کریمؐ کی تعریف وتوصیف زبان خداوندی سے کی گئی ہے جو درود وسلام کی صورت میں واضح ہے۔

حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کی زبانِ اطہر بلاغت کے گوہر لٹا رہی ہے، ملاحظہ فرمایئے:

الم تریٰ ان اللہ اظہر دین علیٰ کل دین قبل ذلک حامد

ولملہ من ھل مکۃ بعدھا قداعو الی امر من الغی فاسد

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اپنے دین کو ہر اس دین پر غالب کر دیا جو اس سے پہلے حق سے برگشتہ تھا اور اللہ نے اہل مکہ کو حضور سے محروم کر دیا جب انہوں نے گمراہی کے خیال فاسد سے قتل پر کمر باندھی۔

حضرت عمر فاروق کا پہلا شعر قل جاء الحق۔ یعنی قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہے جو اللہ نے فرمایا، حق آیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل تو مٹنے والا ہی ہے۔ دوسرا شعر ہجرت مکہ کی یوں تصویر کشی کرتا ہے کہ سارا ہجرت کا واقعہ آنکھوں کے سامنے منظر بہ منظر گھوم جاتا ہے۔ اس بیانیہ قدرت واختصار وایجاز کی جتنی بھی داد دی جائے کم ہے۔ آگے چل کر حضرت سیدنا عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں کہ

فیاعینی ولا تساری وحق البکاء علی السید

ترجمہ: اے مری آنکھ تو آنسو بہا تھکے بغیر۔ سردار پر آنسو بہانا لازم ہے

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ یوں مدحت سرا ہیں:

فلن یستقل الناس تلک مصیبۃ ولن یجز العظم الذی منھم وھویٰ

وفی کل وقت للصلوۃ یھجبۃ بلال یدعواب اسمہ کلما دعا

ترجمہ: آپ کی اس جدائی کے صدمۂ جانکاہ کو لوگ برداشت نہ کر پائیں گے اور جس کی تلافی ممکن نہیں۔ ہر نماز کے وقت بلالؓ اک نیا ہیجان برپا کر دیتے ہیں۔ جب آپ کا نام لے کر اذان کہتے ہیں، آپ کا نام پکارتے ہیں۔ حضرت علی کی شعری فصاحت کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مثل ہے کیونکہ خود حضورؐ نے فرمایا ہے کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ آپ کے سانحہ ارتحال سے جو مسلمانوں کو صدمہ پہنچا ان قلوب کی کربناکی، بے چینی، آہ وبکا کا سوزناک منظر علی کی آنکھوں نے برملا دیکھا اور اک غم گسار دل کے ساتھ محسوس کیا، پھر ان کیفیات قلبی وبصری کو شعری جامہ پہنا دیا۔ ان اشعار میں نہ غلو ہے، نہ بناوٹ بلکہ پوری حقیقت نگاری ہے۔

نعت گوئی میں ام المومنین عائشہؓ صدیقہ وفاطمۃ الزہرہؓ کسی طرح پیچھے نہیں بلکہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

متی یبد فی الداجی البیھم دینۃ بلح مثل مصباح الدجیو التولد

فمن کان اومن قدیکون کا حمد　　　نظام الحق او نکال لملحد

ترجمہ: اندھیری رات میں آپؐ کی پیشانی روشن چراغ کی مانند چمکتی ہے۔ محمد مصطفیٰ کی طرح حق کا نظام قائم کرنے والا اور ملحدوں کو مجسمۂ عبرت بنانے والا کون تھا اور کون ہوگا۔

عائشہ صدیقہؓ کے ان بصری محسوسات میں حضور کی نوری شعاعیں عکس ریز ہیں۔ یہ عائشہ صدیقہ کی حضور سے قربت ووالہانہ پن کا نتیجہ ہے جو صرف ایک شعر اپنے بلیغ انداز میں سرکار کے جمال وکمال کی تعریف کی ہے۔

حضرت سیدہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرہؓ یوں فرما کر بازی لے جاتی ہیں کہ:

ماذا علی من ثم تربۃ احمد　　　الایشمہ مدی الزماں غوالیا

حبت علی مصائب لوانھا　　　حبت علی الایام عدن لیالیا

ترجمہ: جس نے ایک بار بھی احمد مجتبیٰؐ کی خاک پا کی بو سونگھ لی وہ ساری عمر کسی اور خوشبو کی ضرورت محسوس نہ کرے، حضرت فاطمۃ الزہرہ چونکہ آپ کی لختِ جگر ہیں، بے شک رسولؐ کی گودی بتولؓ کی جھولی تھی۔ اس سے زیادہ کسی اور کو قربت نصیب نہ ہوئی ہوگی بلاشبہ آپؓ نے عظمتِ نبی کو پائے نبیؐ کی خاک سونگھ کر دوبالا کر دیا اور دوسرے شعر میں آپ نے حضور کی جدائی کا کرب یوں بیان کیا ہے کہ جو مجھ پر مصیبت پڑی اگر وہ دنوں پر پڑتی تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جائے۔ حبت علی الایام لیالیا۔ اس مصرع کی صوتیاتی ولفظیاتی صناعیت قابلِ رشک ہے اور اظہار کرب نہ قابلِ برداشت ہے، اس طرح کے شعر کہنا انہیں کا حق ہے۔

صحابہ کرامؓ میں حسان بن ثابت کے ساتھ عبداللہ بن رواحہؓ کا تذکرہ بھی بحیثیت نعت گو بار بار آیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

روحی القدالمن اخلا قتہ شھد　　　بانہ خیر مولود من البشر

ترجمہ: میری روح اس ذات گرامی کے اخلاق کی شاہد ہے، اس پر فدا ہے، وہ بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ بہتر ہے۔ یہ وصفِ رسول کی انتہاء ہے، واقعی مذکورہ شعر قابل داد ہے۔

حضرت کعب بن زبیرؓ دورِ نبوت کے عظیم المرتبت شعراء میں سے ہیں۔ بارگاہِ نبوت میں یوں مدحت سرا ہیں۔

فقد اتبت رسول اللہ معتذرا　　　والعفو عند الرسول اللہ مقبول

ترجمہ: میں اللہ کے رسول کی خدمت میں عذر خواہ ہو کر پہنچا اور عفو و درگذر پایا۔ عفو و درگذر تو

رسول اللہ کا پسندیدہ شیوہ ہے۔

حضرت عباسؓ جو آپؐ کے چچا ہیں۔آپ کو زبان وکلام پر بے انتہا دسترس حاصل ہے۔ فرماتے ہیں:

وانت لما ولدت اشرفت الارض فضات بنورک الا فق

ترجمہ:اور جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کے نور سے زمین جگمگا اٹھی اور آسمان روشن ہو گیا۔

یہ شعر ولادتِ رسول کی روشن ومنور ساعتوں کا آئینہ ہے جو حضرت عباس نے اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا وہ اس کے عینی گواہ وشاہد ہیں۔آپ کا یہ کلام وصف ومدحت کی معراج ہے۔

حضور نبی اکرمؐ کے چچا حضرت ابو طالب آپ کی مدحت سرائی میں یوں رطب للسان ہیں، یہ اشعار عربی ادب کے جواہر پارے مانے جاتے ہیں۔مثلاً

وابیض استقی العمام بو جهه ثمال الیتامی عصمة للا رامل

ترجمہ:وہ گورے چہرے والا جس کے رخ منور کے وسیلے سے ابر باراں طلب کیا جاتا ہے وہ یتیموں کا والی اور بیواؤں کا محافظ ہے۔

آپ نے نبی کریمؐ کی فضیلت کے ساتھ خصوصیت کو ان اشعار میں بخوبی ڈھال دیا ہے۔ چنانچہ فضیلت، خصوصیت، اسوۂ حسنہ، کردار، گفتار ورفتار کے ساتھ ساتھ حسن وجمال کی جلوہ آرائیاں نعت نبی کے لوازمات ہیں جو ہر نعت کی زینت بنے ہوتے ہیں۔

آخر میں ایک عجمی شاعر حضرت امام بوصیریؒ کے نعتیہ کلام سے دو شعر پیش کرتا ہوں جو قصیدہ بردہ شریف سے چنے گئے ہیں۔

محمد اشرف الاعراب والعجمه محمد خیر من یمشی علی قدمه

محمد سید لکونین والثقلین والفریقین من عرب ومن عجمه

ان دونوں اشعار میں نبی کریم کی فضیلت شرف مقام مرتبہ عقیدت سعادت کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔یعنی آپ عرب وعجم میں سب سے افضل وبرتر ہیں بلکہ دونوں عالم میں سب سے بہترین، آپ شہنشاہِ دو عالم اور مالک عرب وعجم ہیں۔

ان تمام عاشقان رسول کا کلام دنیائے اسلام میں بصد عقیدت واحترام پڑھا جاتا ہے، سنا جاتا ہے بلکہ آنکھوں سے لگایا جاتا ہے۔بالخصوص قصیدۂ بردہ شریف نسخۂ شفا قرار دیا گیا ہے۔اس

قصیدے کی داد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح بڑی شفقت و محبت کے ساتھ، امام ابو میسریٰؒ کو دی ہے اور آپ نے ان کے بیمار جسم پر بہرِ شفا دستِ شفا پھیرا تھا۔ اس عطائے رسول سے انہیں بیماری سے افاقہ نصیب ہوا اور آپ صحتِ کاملہ پا گئے۔ ان کے علاوہ جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے بھی بارگاہِ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ جن میں بالخصوص حضرت ابوسفیانؓ، حضرت حمزہؓ قابل ذکر ہیں۔ بعدہ حضرت امام زین العابدین، امام ابوحنیفہ، حضرت شیخ محی الدین ابن عربی وغیرہم نے بھی سرکار دو عالم کی شان میں نہایت ادب واحترام کے ساتھ بزبانِ عربی وہ گلہائے عقیدت پیش کئے ہیں جو عربی شاعری میں شہکار مانے جاتے ہیں۔

عربی شعریات کا صوتی آہنگ نہایت مترنم و ملیح ہوا کرتا ہے۔ الفاظ جو کلیدی مزاج رکھتے ہیں معنی و مفہوم کی ترسیل کا اہم وسیلہ بنتے ہیں۔ اس زبان کی شیرینی و لطافت سونے پر سہاگہ ہے۔ کسی بھی کردار کے تئیں تشبیہات، تعبیرات، تمثیلات، اشارات و کنایات روزمرہ کی بول چال کا جز ہوا کرتے ہیں۔ عربی میں غرابت لفظی و تنگ دامانی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ بالفرض کوئی دوسری زبان کا لفظ عربی کے دامن میں ضرورتاً مستعمل کرنا پڑتا ہے تو وہ لفظ اپنی اصالت و ہیئت کو کھو کر طرزِ عربی اختیار کر لیتا ہے یعنی عربی صناعیت کے ساتھ مانوس ہو کر زبان کا جز بن جاتا ہے۔ مثلاً "چین" عربی میں استعمال کیا جا رہا ہے تو بشکل "صین" ہوگا۔ اس طرح عربی عجمی زبانوں کے ہر اک لفظ کو خالص عربیت کے ساتھ قبول و مستعمل کرتی ہے یہ اسلوب اس زبان کا خاصہ ہے۔

اب آیئے ذرا فارسی نعت گوئی کی طرف رخ کریں اور فارسی سے نعت کے گہر پارے اپنے دامن عقیدت میں بھر لیں۔

عربی کی طرح فارسی شعرائے کرام نے نعت گوئی میں اپنا کمالِ عقیدت و محبت دکھلایا۔ چنانچہ محققین شعر و ادب نے فارسی کا پہلا شاعرِ دیوان رودکی، بتلایا ہے۔ رودکی کے بعد غالباً ایک سو سال تک ذخیرۂ فارسی میں نعت کی کمی کھٹکتی رہی۔ البتہ فارسی نعت گوئی کا شرف حضرت فخر الدین اسعد گرگانوی کو حاصل ہوا۔ آپ نے ۴۴۶ھ میں چند نعتیہ اشعار بہ طرز مثنوی پیش کئے جو بہت مقبول ہوئے۔ پیش ہے نمونہ کلام:

چہ بخشائندہ و مشفق خدائیت   چہ نیکوکار وچہ رحمت نمائیت
کہ بے چارگیٔ ما یہ بخشود   رسولے داد راہِ نیک بہ نمود
چو پیشِ رحمت آئد محمد   امید کہ ماز فضیلت کے شود رد

اس کے بعد بڑے بڑے باکمال نعت گو شعراء رونق افروز ہوئے اور فن نعت گوئی میں چار چاند لگا دیئے۔ چھٹی صدی ہجری میں سنائی غزنوی، انوری، مولانا جمال الدین افغانی، خاقانی شیروانی، نظامی گنجوی، فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہم نے اس باسعادت سلسلہ کو آگے بڑھایا۔ اس قبیل کے شعراء سے فارسی شعراء میں نعت گوئی کا جدید شعور جاگا۔ یہاں تک کہ شیخ سعدی و مولانا روم، عبدالرحمٰن جامی وغیرہم نعت گو شعراء نے نعت کے سلسلہ کو ادب و عقیدت کے بام عروج تک پہنچا دیا۔ عالم اسلام میں فارسی کے چند اشعار زبانِ زد خاص و عام بنے ہوئے ہیں۔ جو ہر ایک اہل ذوق کو ذہن نشین ہیں۔ مثلاً:

ہزار بار بشویم دہان زمشک وگلاب — ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

(عبدالرحمٰن جامی)

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم — کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد ست

(مرزا غالب)

چشم در شرع مصطفٰے بکشائے — گر نہ تو بعقلِ نابینا

(انوری)

چشمۂ خورشید کہ محتاج اُوست — نیم ہلال شب معراج اوست

(نظامی)

اگر درنطق آیم تاقیامت — نیارم گفت یک وصف تمامت

(عطار)

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو — محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

(امیر خسرو)

حسنِ یوسف ، دم عیسیٰ، ید بیضا داری — آنچہ خوباں کہ ہمہ دانند تو تنہا داری

(مرزا غالب)

یاصاحب الجمال و یا سید البشر — من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثنا کما کان حقہ — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(عبدالرحمٰن جامی)

حضرت رسالت مآب کی بارگاہ کا احترام اہلِ ایمان پر واجب ہے۔ چنانچہ عزت بخاری فرماتے ہیں:

نفس گم کردہ آید جنید و بایزیدایں جا　　زیرِ آسماں از عرش نازک تر

اس طرح نعت گوئی کا یہ مقدس ومتبرک سلسلہ عرب سے عجم کی جانب بڑھا۔اس سنتِ صحابہؓ کو بزرگوں نے شعارِ دین بنایا۔ ایران وعراق میں عظیم صوفی شعراء کا ظہور ہوا۔اسلامی سلاطین نے علماء، شعراء، ادبا کی خوب حوصلہ افزائی کی، انہیں وظیفے مقرر کیئے۔اس طرح اسلامی مملکتوں کے عروج نے علم وفن کو تقویت بخشی۔

فارسی شعر گوئی میں نعت کے لئے زیادہ تر مثنوی کا سانچہ استعمال ہوا اور پھر قطعات ورباعیات میں نعتیہ کلام پیش ہوا۔عراق، یونان وایران میں علم وفنون کے مراکز قائم تھے۔ بالخصوص خلیفہ مامون الرشید کا عہد بغداد علم وفنون کا سنہرا دور مانا جاتا ہے۔ جب خلیفہ کہیں سفر پر جانے کے لئے تیار ہوتا تو غالباً ایک ہزار علماء کے ڈولیاں وداع کرنے کے لئے محل کے قریب ہوتیں۔ جب تاتاریوں نے عراق فتح کیا تو دریائے نیل پر اسلامی کتب خانوں سے کتابی ذخیرے لوٹے اور دریائے نیل پر کتابوں کا پل باندھا، جس کی سیاہی دریائے نیل میں تین دن تک بہتی رہی۔ پانی پانی نہیں بلکہ تمام تر سیاہی بن گیا تھا۔ جبکہ اس دور نے علم دین، علم تفسیر، فقہہ، علم حدیث، تصوف، فلسفہ، حکمت، تاریخ، طب، علم الافلاک، ریاضی کی ترقی وترویج میں شاندار پیش رفت کی۔آج سارا عالم اس دور کے کارہائے نمایاں کا مرہونِ منت ہے۔

بالخصوص دوسری زبانوں کے دوسری قوموں کی ثقافت وتہذیب، تاریخ وتمدن کے بیش بہا تصانیف کے تراجم فارسی زبان میں ہوتے رہے۔اس طرح فارسی زبان دنیا کے تمام تر سرمایے سے مالامال ہوگئی۔

فارسی ادب کا دوسرا دور ایران وعراق تک محدود نہ رہا بلکہ مغلوں کی وساطت سے ہندوستان تک بخوبی پہنچا۔ ۱۱ صدی ہجری میں ہندوستان میں حضرت نظام الدین اولیاء، مرزا بیدلؔ، غنیمت کجائی، حکیم قاقانی، غلام قادر گرامی، مرزا جلال اسیر، خاں محمد قدسی نے بزبان فارسی نعت گوئی کے سلسلے کو مسلسل آگے بڑھایا۔ یہ سلسلہ کی کڑی مرزا اسد اللہ خان غالب، علامہ اقبالؔ بھی ہیں۔

لیجئے علامہ اقبال کا یہ شعر ملاحظہ فرمایئے:

بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

عربی کی طرح عربی زبان کے بعد فارسی زبان بڑی فصیح وبلیغ ہے۔نثر ہو یا نظام اظہار وبیان کی بے ساختگی، لطافت وشیرینی، تخیلات کی ندرت، صناعیت لفظی، تراکیب، اضافتوں یہ تمام لوازمات حسنِ زبان ہیں۔سعدی کی ''گلستاں'' و ''بوستاں'' فارسی ادب کے شہکار مانے

جاتے ہیں۔ مثنوی روم کو فارسی کا قرآن کہا گیا ہے۔ اس زبان سے اسلامی لٹریچر کو بڑا فائدہ ہوا۔ کچھ دینی اصطلاحیں بھی ہمیں اس زبان سے ملیں جو دیگر زبانیں دے نہ سکیں۔ مثلاً اللہ کے لئے، خدا، خداوند، پروردگار، یزداں اور صلوٰۃ کے لئے ''نماز'' اور صوم کے لئے ''روزہ'' جیسی اصطلاحیں نہایت مناسب وموزوں وضع ہوئیں۔ لفظ ''خودی'' بھی فارسی کی اصطلاح ہے۔

بالخصوص نبی کریمؐ کے وصف مراتب میں خواجۂ عالم، آنحضور، جناب، حضرت، آفتاب نبوت، آفتابِ رسالت، فرستادۂ خدا جیسے القاب فارسی زبان کی ہی دین ہیں۔ سب سے اعلیٰ واولیٰ اصطلاح ''درود'' ہے جو ہر ایک مومن کی زبان پر ہے، جو عربی کے لفظ ''صلوٰۃ'' کا متبادل ہے۔ اس کے علاوہ دوسری زبانوں کی اصطلاحیں اسلامی لٹریچر میں مستعمل ہونے کی گنجائش نہیں رکھتی، یعنے سنسکرت وہندی کی اصطلاحیں جو غیر اسلامی ہیں عموماً ہندومیتھالوجی سے دیومالائی کرداروں سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ مثلاً ایشور، پربھو، سوامی، پرمیشور، پرماتما، یہ ایسی اصطلاحیں دین اسلام سے بعید ہونے کی وجہ یہ مردود مانی جاتی ہیں۔ لیکن اوپر جو اصطلاحیں زبانِ فارسی میں نبی کریمؐ کے مراتب ومناقب میں وضع کی گئی ہیں یہ سب بلاشبہ اردو اور فارسی زبان کی روزمرہ کی بول چال کے ساتھ ساتھ ایمانیات وعقائد کا جز بنی ہوئی ہیں، جو مقبول عام ہیں۔

آخر میں ہندوستان کے کامیاب نعت گو شعراء کا تذکرہ نہ کروں تو بات پوری نہ ہوگی بلکہ حق ادا نہ ہوگا۔ یعنی ماہر القادری نے سلام لکھ کر شہرت حاصل کر لی، حالی نے مسدس لکھ کر نعت گوئی میں کمال پیدا کیا، امیر مینائی کو نعت گوئی میں عظیم کامیابی ملی، حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی نے سلام ونعت میں بے مثال ولازوال وصف پیش کیا جو زبان زد خاص وعام ہے۔ اس کے علاوہ مولانا ظفر علی خان واحمد ندیم قاسمی نعت گوئی میں کامیاب رہے۔ ایسی کامیابی بڑے بڑے شعراء کو نصیب نہ ہوئی۔ الغرض یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جسے خدا چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ یہ اس کا خاص فضل وکرم ہے۔ مجھے معذرت کے ساتھ یہ کہنا پڑھ رہا ہے کہ میں نے غیر مسلم شعراء کا ذکر نہیں کیا ہے جو نہایت قابل قدر ہیں جن کا کلام بلاغت کسی بھی عقیدت مند رسول سے کم تر درجے کا نہیں ہے۔ غیر مسلم شعراء کے کلام پر لکھنے کے لئے وقت اور وسعت درکار ہے۔ انشاء اللہ۔ اس طرز تحریر میں ممکن ہے سہو ونسیا ہو گیا ہو اگر ایسی کوئی غلطی، کوتاہی سرزد ہوگئی ہو تو بندہ معافی کا طلب گار ہے۔ امید کہ اہل نظر اس کو نظر انداز فرمائیں گے۔ والسلام

نعت گوئی کے لازمی پہلو

سید جلال محمودی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کو بلند و بالا کرنے کا دائمی وعدہ یوں فرمایا ہے کہ ''ورفعنا لک ذکرک'' یعنی اور ہم آپ کے ذِکر کو بلند کریں گے۔ بے شک صادق الوعد نے حسبِ وعدہ آپؐ کے ذکر کو آپؐ کے نام کو اذانوں کے ذریعہ دائمیت بخشی۔ نمازوں میں درود وسلام کے سلسلے کو جاری رکھا۔ مومن کے اخلاص ومحبت کو آپؐ سے وابستہ کیا بالخصوص مومن کے لبوں پر جب بھی آپ کا نام آتا ہے درود وسلام بھیجنے کا حکم فرمایا حتیٰ کہ مومن کے تطہیر قلب کے لئے درود کا وہ وظیفہ ملا جس سے بے شک باطنی صفائی و دیدارِ حق کی روشنی ملی۔

اس امر سے کسی کو اختلاف نہیں کہ اولیاء کبار وصوفیائے کرام کے قلوب کی ضیا حضور اکرمؐ سے وابستگی ہے، نیز اہم وسیلہ درود وسلام اور مشاہدہ ہے۔ یہ وہ باطنی ارتقاء ہے جو تطہیر نفس کے بعد اولیاء کے دل کا آئینہ اس قدر منزہ و مصفیٰ ہو جاتا ہے کہ محبتِ رسول میں کمال پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کو طریقت میں عشق کہتے ہیں۔ یہ وہ عشق ہے جو ''فنا فی الرسول'' کے منازل سلوک طے کرتے ہوئے فنا فی اللہ کے مقام تک رسائی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اگر میں نعت گوئی کو عطائے خداوندی اور نعت کے ہر حروف کو شریں بیان اور تقدس و وصفِ رسول کا ترجمان کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ جب تک نعت گو شاعر پر جذب و استغراق کا عالم طاری نہیں ہوتا، جب تک شاعر حضور محمد مصطفیٰ میں باطنی طور پر سجدہ ریز نہیں ہوتا، اس پر اظہار تقدس کی ماورائی کیفیت طاری نہیں ہوتی، وہ نعت پاک نہیں کہہ پاتا، اکثر صوفی شعرا کا معاملہ یہ ہے کہ وہ مشاہدۂ رسول سے بہرہ ور ہو کر اس استغراقی کیفیت میں ڈوب کر شعر کہتے ہیں۔ جہاں سرکار دو عالمؐ کے رخِ منور سے انہیں پردہ حائل نہیں رہتا۔ اکثر والہانہ و عاشقانہ انداز صوفی کو اس قدر وارفتگی بخشتا ہے کہ وہ شمع نبوت کا پروانہ بن جاتا ہے۔ اس کے تخیلات کی پرواز مکہ و مدینہ کی گلیوں کی خاک کو بوسہ دینے لگتی ہے۔ اور شبِ اسریٰ میں حق سے رونما ہونے والی تجلیات کو کعبہ بنا کر طواف کرنے لگتی ہے۔ نبی کریمؐ کے وہ شب و روز کے پُر وصف و پُر حکمت اسرار، تزکیۂ نفس کی تلقین، اخوت کا درس، صبر و رضا، فقر

وغنا کے باب، عفوو درگذر کا جذبہ، یتیموں بے کسوں سے محبت وشفقت کا میلان، عورت کا احترام، بزرگوں کا تقدس، بچوں سے شفقت کا برتاؤ، پڑوسی کے حقوق، مسافر سے حسن سلوک، معاشرے سے عدل وانصاف، غلاموں کے حقوق کی ادائیگی کا تقاضا، مزدوروں کے حق میں حدودِ اجرت وعدل اور اللہ کی بندگی یعنی فرائض کی تکمیل کی تاکید، محشر کا خوف، شفاعت کا وعدہ، یہ تمام اوامر کا موجزن تسلسل ایک ایک وصف کی صورت شعر میں نمایاں ہوجاتا ہے، تب کہیں جا کر ایک کامیاب نعت بنتی ہے۔ ایسی نعت بے ساختہ قلب مومن سے نکلتی اور صفحۂ قرطاس پر بکھر کر زبانِ زد خاص وعام بن جاتی ہے۔ بے شک اس مقام پر نورنبی نعت گوئی میں عکس ریز ہوتا ہے۔ نعت گوئی کی ابتدا نبی کریمؐ کے دور سے ہوتی ہے۔ چونکہ کفار مکہ ومشرکین کا معمول یہ تھا کہ وقتاً فوقتاً آپ کو تکلیف پہنچانے کے لئے نت نئے بہانے وذریعے تلاشا کرتے تھے۔ زبانی ولسانی طور پر جب مشرکین کی یہ مہم تیز ہوگئی اور آپ کو ان کی ہجو وبدتمیزی سے حددرجہ تکلیف پہنچی تو آپؐ نے حسانؓ بن ثابت کو حکم دیا کہ ممبر پر بیٹھ کر ان لوگوں کا جواب دو جو آپ کی ہجو وتہمت طرازی پر اتر آئے ہیں۔ چنانچہ بخاری، ابوداؤد وترمذی کی روایات سے یہ واقعہ صداقت پر مبنی ہے جو عائشہؓ سے مروی ہے۔ حضور اکرمؐ مسجد نبوی میں ایک ممبر حسانؓ کے واسطے رکھتے تھے جو وہ اس پر کھڑے ہوکر نعتیہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔ اور آپؐ حسان بن ثابت کی ہمت بڑھاتے ہوئے یوں فرماتے تھے کہ اللہ حسانؓ کی تائید جبرئیل کے ساتھ کرتا ہے۔ ایک اور روایت ہے کہ جب سرور کونینؐ مکہ معظمہ پہنچے تو ہنگام قضائے عمرہ حضرت ابن رواحہ آپؐ کے آگے آگے آپ کی شان وشوکت میں آپ کے وصف ومدحت میں اشعار پڑھتے جاتے جسے آپ نبی کریمؐ پسند فرمایا کرتے، ان اشعار کا خلاصہ یوں تھا۔

اے کفار مکہ، مکہ کا راستہ خالی کردو، رسول خدا تشریف لا رہے ہیں وہ آج تم کو بحکم خدا قتل کردیں گے، اور خوب سزا دیں گے۔ جب کہ حضرت عمرؓ نے انہیں یوں کہہ کر منع فرمایا کہ یہ موقعہ شعر گوئی کا نہیں ہے تو حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اے عمرؓ انہیں منع نہ کرو۔ یہ شعر کفار کے حق میں تیر سے زیادہ کارگر ہیں، نیز بخاری ومسلم شریف نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا تو حسانؓ بن ثابت کو حکم دیا کہ تم مشرکین کی ہجو کرو تمہارے ساتھ جبرئیل ہے اور عائشہ سے مسلم نے روایت کی ہے آپ نے شعرا سے فرمایا تھا کہ تم کفار کی ہجو کرو، کیوں کہ یہ ان پر تیر مارنے سے زیادہ سخت تر ہے•••

نعت نبی کریمؐ اور تصورِ رسالت

محمد سلیمان قاسمی

حمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہزار مبالغہ آرائی کی کوشش کے باوجود مبالغہ نہیں ہوتا۔ اظہار حقیقت ہی ہوتا ہے۔ نعت میں بھی اگر ہمارے شعراء کرام اظہار حقیقت ہی پر اکتفا کریں تو نعت درحقیقت نعت ہوگی اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ تصور رسالت ہمارا خود ساختہ اور من گھڑت نہ ہو، بلکہ قرآن مجید اور صحیح احادیث نے جو تصور رسالت دیا ہے وہی تصور ہمارے شعراء کرام بھی اپنائیں اُس طرح وہ کہاوت غلط ثابت ہوسکتی ہے کہ تصوف اور شاعری میں سب کچھ جائز ہے۔ یعنی شریعت اسلامی اور قرآن وُ سنت کے دائرہ سے باہر قدم نکالنا ہی نہیں بلکہ شریعت کو نظر انداز کرنا، قرآن کو نظر انداز کرنا، صحیح احادیث کو نظر انداز کرنا اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر انداز کرنا اور دائرہ شریعت اور جادۂ مستقیم کے باہر چھلانگیں لگانا بھی لوگوں نے اختیار کرلیا ہے اس طرح درحقیقت انہوں نے تصوف اور شاعری دونوں کو بدنام کیا ہے۔

رسالت کے متعلق ایک تصور تو اہل باطل کا تھا اور ایک وہ تصور تھا اور ہے جو تمام پیغمبران خدا نے پیش کیا۔ مشرکانہ تصور رسالت میں مندرجہ ذیل نکات شامل تھے:

١ رسول بشر نہیں ہوسکتا اور بشر رسول نہیں ہوسکتا۔

٢ رسول اور نبی کو عالم الغیب ہونا چاہئے۔

٣ نبی کو قسمتیں بنانے بگاڑنے کا اختیار ہونا چاہئے۔

٤ نبی کو معجزے لانے اور دکھانے کے اختیارات ہونا چاہئے۔

٥ نبی کو اپنے مخالفوں کو اور منکروں کو بھسم کرڈالنے اور انہیں عذاب میں مبتلا کرنے کے اختیارات ہونا چاہئے۔

یہ باطل تصورات رسالت قرآن میں جابجا بیان کیا گیا ہے۔

کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ تمہارے پاس، خود تمہاری اپنی قوم کے ایک آدمی کے ذریعہ تمہارے رب کی یاددہانی آئی تاکہ وہ تمہیں خبردار کرے اور تم غلط روی سے بچ جاؤ اور تم پر رحم کیا جائے۔ (اعراف: ٦٣)

ہودؑ کی قوم سے کہا گیا...... کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ تمہارے پاس تمہاری قوم کے ایک آدمی کے ذریعہ تمہارے رب کی یاددہانی آئی تاکہ وہ تمہیں خبردار کرے ۔ (اعراف:٦٩)

کیا لوگوں کے لئے یہ بات تعجب کی ہوگئی کہ ہم نے انہیں میں سے ایک آدمی (محمدؐ) کی طرف وحی کی۔ (یونس:٢)

تو کہا اس کی قوم کے سرداروں نے جنہوں نے اس کی دعوت ماننے سے انکار کیا تھا، ہماری نظر میں تو تم (اُے نوح) اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہماری طرح بشر ہو۔ (ہود:٢٧)

(قوم نوح اور عاد وثمود کے لوگوں نے کہا) تم لوگ (نوحؑ، ہودؑ اور صالحؑ) ہماری طرح بشر ہی تو ہو۔ (ابراہیم:١)

لوگوں کے سامنے جب کبھی ہدایت آئی تو اس پر ایمان لانے سے ان کو صرف اس بات نے روکا کہ کیا اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ (بنی اسرائیل:٩١)

(منکرین نے صالحؑ سے کہا) آپ ہماری طرح بشر ہی تو ہیں۔ (شعراء:١٥٤)

حق کا انکار کرنے والوں نے شعیبؑ سے کہا: تم ہماری طرح بشر ہی تو ہو اور ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ (شعراء:١٨٦)

غرض کہ کفار اور مشرکین ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ تم چونکہ بشر ہو اور انسان ہو اس لئے تم نبی نہیں ہو سکتے۔ مذکورہ آیات کے علاوہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے۔ (١) المؤمنون : ٢٤ (٢) المؤمنون : ٢٥ (٣) المؤمنون : ٣٣ (٤) یٰس : ١٥ (٥) الفرقان:٢٧ (٦) الانبیاء:٣ (٧) القمر:٢٤ (٨) التغابن:٦۔

مگر قرآن اس خیال کی بالکل تردید کرتا ہے کہ نبی بشر اور بشر نبی نہیں ہو سکتا، وہ برملا کہتا ہے کہ ہر نبی اور رسول بشر ہی تھا اور شریعت میں کوئی تضاد نہیں ہے،۔ قرآن میں جہاں کہیں بھی باطل پرستوں کے اس باطل خیال کا تذکرہ آیا ہے کہ نبی بشر اور بشر نبی نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے کہیں بھی نبی کے بشر ہونے کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ سورۂ یوسف میں بہت واضح الفاظ ہیں، فرمایا کہ ہر نبی بشر ہی تھا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالاً نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنْ اَھْلِ الْقُرٰی (یوسف:١٠٩)

”(اے محمد) تم سے پہلے ہم نے جو بھی پیغمبر بھیجے، وہ سب بھی انسان ہی تھے اور انہیں بستیوں کے رہنے والے تھے۔“

سورۂ رعد میں فرمایا: (اے نبیؐ) یقیناً ہم نے بہت سے رسول تم سے پہلے بھیجے اور ان کو بیوی

بچے عطا کئے (رعد:۳۸) یعنی وہ انسان تھے، انسانی خواہشات رکھتے تھے، بیوی بچے والے تھے۔ اس کے علاوہ (۱) سورۂ ابراہیم آیت ۱۱ میں (۲) سورۂ فرقان آیت ۲۰ میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے کہ اللہ کے نبی اور پیغمبر انسان ہی تھے۔

کفار و مشرکین کے اس خیال کی بھی تردید وضاحت کے ساتھ قرآن مجید میں کی گئی ہے کہ رسول اور نبی اللہ تعالیٰ کی طرح عالم الغیب ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا (اے محمدؐ) کہدو میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ میں غیب کا علم ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا (اے محمدؐ) کہہ دو میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اسی وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر کی جاتی ہے۔ (انعام:۵۰) دوسری جگہ ارشاد ہے: (نوحؑ کہتے ہیں) میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور میں علم غیب جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں (ہود، آیت: ۳) تیسری جگہ ارشاد ہے: (ہودؑ نے کہا) اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ (غیب کا علم) تو اللہ ہی کو ہے، اسی کو معلوم ہے کہ تم پر عذاب کب آئے گا۔ (احقاف:۲۳) چوتھی جگہ ارشاد ہے۔ (اللہ) عالم الغیب ہے وہ اپنے (مکمل) علم غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہے مگر جس کو اس نے بحیثیت رسول پسند کرلیا ہو (تو اس کو فریضہ نبوت ادا کرنے کے لئے جس قدر علم غیب کی ضرورت ہوتی ہے عطا کردیتا ہے) تو اس کے آگے پیچھے محافظ لگا دیتا ہے تاکہ شیاطین، سن گن نہ لے سکیں۔ (سورۂ جن، آیت ۲۶/۲۷) یعنی عالم الغیب تو اللہ ہی ہے۔ اس کی طرح عالم الغیب تو کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔ البتہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کو فریضہ نبوت و رسالت ادا کرنے کے لئے جس قدر چاہتا ہے علم غیب عطا کردیتا ہے۔ پانچویں جگہ ارشاد ہے اور وہ غیب کے سلسلہ میں بخلیل نہیں ہیں۔ تکویر (۲۴) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر غیب کے جو حقائق کھولے ہیں، خواہ وہ اللہ کی ذات وصفات کے بارے میں ہوں یا فرشتوں کے متعلق یا کتابوں، رسولوں اور آخرت، زندگی بعد موت اور تقدیر کے متعلق جو کچھ بھی اللہ نے آپؐ کو علم دیا ہے اس میں آپ بخیلی نہیں کرتے کہ تھوڑا علم آپ عام لوگوں تک پہنچادیں اور باقی سینہ بہ سینہ کے لئے رہنے دیں، آپؐ ایسا نہیں کرتے۔

غرض کہ کائنات کے تمام امور غیب کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے البتہ اپنے رسولوں میں سے جسے جس قدر علم غیب دینا فریضہ نبوت ادا کرنے کے لئے ضروری خیال فرماتا ہے۔ اتنا علم غیب اسے دے دیتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر علم عطا کیا تھا، آپؐ

نے اس میں سے اپنی امت کو پہنچانے میں کوئی بخل یا کمی نہیں کی۔

باطل پرستوں کے اس خیال کی تردید بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا کی ہے کہ نبی کو قسمتیں بنانے بگاڑنے کے اختیارات ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡھِمۡ وَکِیۡلًا۔ (بنی اسرائیل:۵۴)

اور (اے نبی) ہم نے آپ کو اُن پر حوالہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔

نبی کا کام اسلام کی دعوت دینا، لوگوں کو اللہ کی عبادت اور اطاعت اور اپنی پیروی کی طرف بلانا ہے۔ لوگوں کی قسمتیں بنانا بگاڑنا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے نبیوں کو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا بنا کر بھیجا۔ وکیل، حوالہ دار، ایمان وکفر کا ذمہ دار اور کفار پر جبر کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَآ اَنۡتَ عَلَیۡھِمۡ بِوَکِیۡلٍ ۔ (شوریٰ:۶)

اور آپ (اے محمدؐ) ان پر وکیل اور حوالہ دار نہیں ہیں۔

غرض کہ تمام پیغمبران خدا کی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وکیل، حوالہ دار اور لوگوں سے قسمتوں کے ذمہ دار نہیں۔ تیسری جگہ ارشاد ہے:

لَسۡتَ عَلَیۡھِمۡ بِمُصَیۡطِرٍ (غاشیہ:۲۲)

آپ (اے محمد) ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ نبیوں اور پیغمبروں کو کیا یہ اختیار ہوتا تھا کہ وہ از خود معجزہ دکھا سکیں؟ قرآن جواب دیتا ہے کہ یہ اختیار صرف اللہ کو ہی تھا اور وہی جب چاہتا تھا کسی نبی کے ہاتھ پر کوئی معجزہ ظاہر کر دیتا تھا، پیغمبر کو خود یہ اختیار نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَمَا کَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ یَّاۡتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۔ (الرعد:۳۸)

اور کسی رسول کو بھی یہ طاقت نہ تھی کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی نشانی لا کر دکھا دیتا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا کَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ یَّاۡتِیَ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۔ (مؤمن:۷۸)

اور کسی رسول کو یہ طاقت نہ تھی کہ وہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی نشانی دکھا سکے۔

ان دو آیتوں سے اور ان کے ترجمے سے وضاحت کے ساتھ یہ بات سامنے آگئی کہ خدا کے

نبیوں اور پیغمبروں کو بااختیار خود معجزہ دکھانے کی قدرت اور اختیار نہیں ہوتا تھا۔ پیغمبر کو یہ بھی اختیار نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنے مخالفین پر عذاب لاکر انہیں تباہ کردے۔ درحقیقت نبی کو فوق الفطری اختیارات نہیں ہوتے تھے، وہ خدا نہیں ہوتا تھا، نہ خدائی صفات اور اختیارات رکھتا تھا بلکہ وہ بندۂ خدا ہوتا تھا۔ چنانچہ سورۂ شعراء آیت: ۱۸۷، ۱۸۸، سے اور سورۂ احقاف ایات ۲۲/۲۳ سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبیوں کو عذاب لانے کا اختیار نہیں ہوتا۔

غرض کہ انبیاء علیہم السلام بشر تھے، بشریت اور نبوت ورسالت میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اللہ کے پیغمبروں میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی طرح عالم الغیب نہیں ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو اتنا ہی علم غیب دیتا تھا جتنا کار نبوت اور فریضہ رسالت ادا کرنے کے لئے ضروری ہوتا تھا، انبیاء علیہم السلام کو خدائی اختیارات اور قدرت حاصل نہیں ہوتی تھی ، وہ لوگوں کی قسمتیں بنانے بگاڑنے کے اختیارات نہیں رکھتے تھے۔ وہ ازخود اللہ کے اذن کے بغیر معجزہ بھی نہیں دکھا سکتے تھے وہ اپنے مخالفوں اور دشمنوں پر عذاب لانے کے اختیارات بھی نہیں رکھتے تھے، ان سب پر اللہ تعالیٰ کے ہزاروں لاکھوں درود وسلام ہو۔

تصور رسالت کے سلسلہ میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مطالعہ بھی ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے نہایت ضروری اور مفید ہے۔

(۱) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مبالغہ آرائی کے ساتھ بڑھا چڑھا کر میری ثنا خوانی نہ کرو، جیسا کہ عیسائیوں نے ابن مریم کی بڑھا چڑھا کر تعریفیں کیں۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، پس اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔ (متفق علیہ) اور عیسیٰؑ کو بڑھا چڑھا کر تعریفیں کرنے کا نتیجہ بد یہ نکلا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا بناڈالا اور گمراہ ہوگئے۔ اسی طرح آج بہت سے شاعر حضور کو خدا بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت دے۔

(۲) عبداللہ الشخیر کے بیٹے مطرف سے روایت ہے کہ میں بنی عامر کے وفد میں شامل ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ہم لوگوں نے عرض کیا، آپ ہمارے سید (سردار) ہیں، آپؐ نے فرمایا سید تو اللہ تعالیٰ ہے تب ہم لوگوں نے عرض کیا آپ ہمارے سب سے زیادہ فضیلت وعظمت رکھنے والے ہیں۔ فرمایا کہہ لو اپنی بات یا اپنی کچھ بات مگر شیطان تم کو ہرگز جری نہ بنادے۔ (احمد، ابوداؤد) یعنی تعریف وتعظیم کے بھی حدود ہوتے ہیں، اس کے بھی

آداب ہیں اس لئے ان کا پاس ولحاظ ضروری ہے۔ شیطان بے احتیاطی اور غفلت میں مبتلا کر کے تم کو گمراہ کر سکتا ہے کہ نبی کو بندگی کے مقام سے خدائی کے مقام پر نہ پہنچا دینا۔

(۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے آپ کو خیر البریہ کہہ کر خطاب کیا۔ یعنی مخلوقات میں سب سے بہتر، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (مسلم)

ذرا غور کیجئے آپ اپنے کو سید، افضل اور مخلوقات میں بہتر کہلوانا بھی پسند نہیں فرماتے، مگر موجودہ دور کے خوش عقیدہ کہلوانے والے آپ کو خدا بنانے میں بھی باک محسوس نہیں کرتے۔

(۴) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی میں گالم گلوج ہونے لگی، اسی دوران مسلمان نے کہا قسم اس ذات کی جس نے محمد کو تمام جہانوں پر برگزیدہ کیا۔ یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ کو تمام جہانوں پر برگزیدہ کیا، اس پر مسلمان نے اس پر ہاتھ اٹھادیا اور اس کے چانٹا مار دیا۔ اس پر یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ماجرا بیان کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو بلایا اور اس سے صورت حال معلوم کی، اس نے حال بیان کیا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے موسیٰ علیہ السلام پر ترجیح مت دو، کیونکہ قیامت کے دن تمام لوگ بے ہوش ہوجائیں گے تو ان کے ساتھ میں بھی بے ہوش ہوجاؤں گا تو سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا۔ میں اچانک دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کا کنارہ پکڑے ہوئے ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ وہ بیہوش ہونے والوں میں تھے اور مجھ سے پہلے انہیں افاقہ ہوگیا یا وہ ان لوگوں میں ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ کر دیا تھا۔ (متفق علیہ)

(۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندہ کے لئے مناسب نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونسؑ سے بہتر ہوں۔ (متفق علیہ)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء علیہم السلام کے احترام اور عظمت کا کس قدر احساس تھا۔ مگر ہمارے شعراء کرام کے نزدیک نعتِ نبیؐ کا حق ہی ادا نہیں ہوتا جب تک دوسرے انبیاء علیہم السلام کو کم کر کے نہ دکھایا جائے۔

(۶) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے پاس سے چلے گئے تو میں غیرت میں مبتلا ہوگئی، اتنے میں آپ تشریف لے آئے، آپ نے میری حالت دیکھی اور فرمایا، عائشہ! تمہیں کیا ہوگیا؟ کیا غیرت میں پڑگئیں؟ میں نے عرض کیا رسول

اللہ! آخر میں غیرت میں مبتلا کیوں نہ ہوگی، مجھ جیسی بیوی اور آپ جیسے شوہر ہوں اور مجھے شرم لاحق نہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا، تمہارا شیطان تمہارے پاس آگیا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ، کیا میرے پاس شیطان ہے؟ فرمایا، ہاں ہے۔ میں نے عرض کیا اور آپ کے ساتھ؟ فرمایا، ہاں میرے ساتھ بھی ہے لیکن اللہ اس کے مقابلہ میں میری مدد کی ہے یہاں تک کہ وہ اطاعت گزار بن گیا ہے۔ (مسلم) دراصل خودی کا مظاہرہ اپنی کامل شکل میں اسی طرح ہوسکتا ہے کہ آدمی اپنے ساتھ رہنے والے شیطان پر قابو پالے۔

(۷) اسود بن سریعؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کی ایک حمد کہی ہے اور دوسری ایک نعت کہی ہے، آپؐ نے فرمایا لاسناؤ، مگر پہلے حمد سناؤ (احمد)

اس حدیث سے نعت گوئی کے آداب کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ نعت سے پہلے حمد کہنے کی کوشش کرنا چاہئے اور نعت سنانے سے پہلے حمد سنانا اور سننا چاہئے۔ قرآن مجید میں بھی پہلے الحمدللہ ہے اور درود وسلام بھیجنے کی تعلیم بعد میں دی گئی ہے اور تمام اسلامی مصنفین اور مؤلفین نے بھی ہمیشہ اس کا اہتمام کیا ہے کہ نماز میں پہلے حمد باری تعالیٰ اور اس کے بعد نعت نبی کریمؐ اور درود وسلام لکھا ہے۔ مسنون خطبہ جو تمام خطیب پڑھتے ہیں، اس میں پہلے نحمدہٗ ہے اور اس کے بعد ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ہے۔ اس سے فرق مراتب ملحوظ رکھنے کی تعلیم بھی ملتی ہے۔ مولانا روم نے بھی کہا ہے۔

گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

(۸) انہیں اسود بن سریعؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قیدی لایا گیا تو اس نے کہا اے اللہ! میں تیری طرف پلٹتا ہوں، رجوع کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں اور محمدؐ کی طرف توبہ نہیں کرتا۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عرف الحق لاھلہ اس نے حق والے کا حق پہچان لیا (احمد) یعنی توبہ کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی سے توبہ کرنا چاہئے۔ اس نے اللہ کا حق پہچان لیا۔ اللہ کا رسول توبہ کا حق دار نہیں ہے۔

(۹) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ہرگز نہ کہے میرا بندہ، میری بندی، تم سب کے سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری خواتین اللہ کی بندیاں ہیں۔ بلکہ کہنا چاہئے، میرا غلام، میری باندی، میرا نوجوان، میری نوخیز اور غلام بھی، میرا رب نہ کہے، بلکہ میرا سردار کہنا چاہئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ غلام اپنے سید کو میرا مولیٰ نہ کہے۔ کیونکہ تمہارا مولیٰ تو اللہ ہے (مسلم) اور ہمارے یہاں ایسے لوگ بھی پیدا ہوگئے ہیں جو قرآن

وسنت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے لکھتے اور کہتے ہیں کہ نحن عباد محمد یعنی ہم سب محمد کے بندے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی طرح ہمارے یہاں ہر مولوی، ملا اور ہر باریش لیڈر کو مولانا کہنے اور لکھنے کا رواج ہوگیا ہے جب کہ حدیث میں اللہ کے علاوہ کسی کو مولی کہنے کی صریح ممانعت ہے۔ مولانا کا ترجمہ ہے ہمارے آقا، جب کہ مولی اور آقا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے۔ البتہ مولوی کا لفظ مناسب ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں، اللہ والا۔ اگرچہ اردو میں ''مولانا'' علامہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مگر پھر بھی اس کا استعمال ترک کردینا ہی بہتر ہے۔

(۱۰) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ناموں کے سلسلہ میں سب سے زیادہ خیانت کار وہ شخص ہوگا جس کا نام ملک الاملاک ہوگا۔ یعنی شہنشاہ سب سے برا نام ہے۔ (بخاری) مگر ہمارے شعراء اور واعظیم جب تک حضورؐ کو شہنشاہ دوجہاں نہ کہہ لیں تب تک ان کے نزدیک نعت کا حق ہی ادا نہیں ہوتا۔

(۱۱) امام مسلم کی روایت میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے غصے کا سب سے زیادہ مستحق اور سب سے زیادہ خبیث وہ شخص ہوگا جس کا نام شہنشاہ ہو۔ کیونکہ مَلِک یعنی بادشاہ تو اللہ کے علاوہ کوئی ہے ہی نہیں (مسلم) یعنی حاکمیت اور ساورنٹی Sovereinghty کا حق اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔ اس لئے کسی اور کو شہنشاہ قرار دینا یا کہنا انتہائی مبغوض ہے۔

(۱۲) شریح بن ہانیؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب اپنی قوم کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان کی قوم سے سنا کہ وہ لوگ ان کو ابوالحکم کہتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ ہی حکم ہے یعنی حکم دینے اور فیصلہ کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور تمام حکم اور فیصلے اسی کی طرف ہیں تو تمہاری کنیت ابوالحکم کیوں ہے؟ انہوں نے عرض کیا میری قوم میں جب کسی چیز میں اختلاف ہوتا تو میرے پاس آتے، میں ان کے درمیان فیصلہ کردیتا تو میرے فیصلے سے دونوں فریق خوش ہوجاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہی اچھا ہے (یعنی اس طرح اور ایسا فیصلہ کرنے کی صلاحیت کہ دونوں فریق خوش ہوجائیں، بہت اچھی صلاحیت ہے) یہ تو بتاؤ کہ تمہارے لڑکے کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا میرا ایک لڑکا شریح ہے، دوسرا مسلم ہے، تیسرا عبداللہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا ان میں سے بڑا کون ہے؟ تو میں نے عرض کیا شریح، فرمایا تو تمہاری کنیت ابوشریح ہے۔ (ابوداؤد، نسائی) مشرکانہ اعمال تو اعمال ہیں، مشرکانہ خیالات اور عقائد تو خیالات

اور عقائد ہیں ان کو اختیار کرنے ، برداشت کرنے اور باقی رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناموں اور کنیتوں تک میں شرک کی آمیزش کو برداشت نہیں کیا۔ کنیت کی مثال تو یہی ہے، نام کی مثال حضرت ابوبکرؓ کے نام کی ہے ان کا نام عبدالکعبہ تھا لیکن انہوں نے اسلام قبول کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ کر دیا۔

(۱۳) عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے ایک خطیب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تقریر کی، تو اس نے کہا، جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ اس قدر کہہ پایا تھا کہ آپؐ نے فرمایا اٹھ یہاں سے یا فرمایا، جا یہاں سے تو بہت ہی برا خطیب ہے۔ (ابوداؤد) یعنی اس شخص نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کو ''ان دونوں'' کہہ دیا تھا۔ اللہ اور رسول کو ایک ضمیر میں اکٹھا کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بندہ کی بندگی کے خلاف تھا۔ اس لئے آپؐ نے اظہار ناراضگی فرمایا۔ امام مسلم کی روایت میں ہے کہ اس نے اتنا اور کہا تھا کہ اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی تو وہ گمراہ ہو گیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بڑا برا خطیب ہے۔ کہو جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی یعنی ایک ہی ضمیر میں خدا اور بندہ کو جمع نہ کرو چاہے وہ بندہ اللہ کا رسول ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۴) مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے کہ مت کہو جو اللہ چاہے اور محمد چاہیں بلکہ کہو جو کچھ اللہ چاہے، صرف اتنا ہی کہو۔ (مشکوٰۃ)

صحیح تصور رسالت کیا ہے اس غرض سے قرآن مجید اور صحیح احادیث نبوی کا مطالعہ کرتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ قرآن اور احادیث کو نظر انداز کرنے سے لغت کا رخ بالکل مشرکانہ ہو گیا ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں۔

منتخب نسخۂ وحدت کا یہ تھا روز ازل	کہ نہ احمد کا ہے ثانی نہ احد کا اول

ہو سکا ہے کہیں محبوب خدا غیر خدا	اک ذرا دیکھ سنبھل کر میری چشم احوال

نظر آئے اگر احمد مجھے دال دوئی	روز محشر ہوں الٰہی میری آنکھیں احوال

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے	لینا ہے ہمیں جو کچھ لے لیں گے محمدؐ سے

جسم پاک مصطفٰے اللہ کا ایک نور ہے	اس لئے پرچھائیں اس قدر کی نہ تھی مشہور ہے

پے تسکین خاطر صورت پیراہن یوسف	محمد کو جو بھیجا حق نے سایہ رکھ لیا خد کا

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر	اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفٰے ہو کر

انصاف کے بازار میں شور سنا ہے — یوسف ہوئے پاسنگ ترازوئے محمدؐ
بندوں میں وہاں ان کی زلیخا ہوئی خواہاں — اور یاں پر خدائی ہے خریدار محمدؐ
اٹھاؤں میم کا پردہ احد کے دیکھنے والے — فریب ناز ہے دنیا میں احمد بن کے آیا

اس طرح کے خیالات جو مشرکانہ اشعارِ نعت میں بھرے پڑے ہیں، قرآن وحدیث پر مبنی تصورِ رسالت برداشت نہیں ہوسکتا۔ ایک اور اہم بات کی طرف اشارہ کردینا مناسب ہے وہ یہ کہ لولاک لما خلقت الافلاک۔ جیسے فقروں کو اس طرح ریپیٹ کرنا، گویا وہ قرآن کی آیت ہے بلکہ پورے قرآن سے بڑھ کر ہے، جب کہ قرآن میں اشارے اور کنایہ میں بھی یہ بات بیان نہیں ہوئی ہے کہ باعثِ تخلیق کائنات محمدؐ ہیں۔ مگر شعراء کرام نے اس خیال کو اس قدر اچھالا ہے کہ قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اس کے آگے ہیچ ہوکر رہ گئی ہیں۔ اس طرح کے عمل نے انکارِ حدیث کا فتنہ پیدا کیا ہے اور منکرین حدیث برملا کہنے اور کہنے لگے ہیں کہ احادیث، قرآن کے خلاف عجمی سازش ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں اور میں نے اس سے پہلے بھی لکھا ہے کہ یہ کیسی عجمی سازش ہے کہ قرآن اور احادیث میں بنیادی عقائد اور بنیادی تعلیم میں قطعاً کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ مکمل ہم آہنگی ہے، مگر لولاک فقرہ کو اگر حدیث مان لیا جائے تو یقیناً اس طرح کی باتوں کو قرآن کے خلاف سازش تسلیم کرنا ہوگا۔

واقعہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کو رسالت سے اوپر اٹھانے کے لئے جو خیالات پھیلائے گئے ہیں انہیں میں سے یہ خیال بھی ہے کہ محمدؐ نہ ہوتے تو کائنات بھی نہ ہوتی۔ حالاں کہ قرآن صاف کہتا ہے کہ۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِئْنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ

یعنی اور محمد نہیں ہیں مگر ایک رسول ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں تو اگر ان پر موت طاری ہوجائے یا وہ قتل کردیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں واپس ہوجاؤ گے؟

غرض کہ محمدؐ میں الوہیت فرض کرنا اور ان کو خدائی صفات کا حامل قرار دینا اور ازلی وابدی ثابت کرنا قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف ہے۔

ماہنامہ ''زندگی نو'' نئی دہلی۔ (اپریل 1996ء کی اشاعت سے ماخوذ)

قابلِ صد احترام
شاعرات کا
طرحی نعتیہ کلام

مصرعِ طرح ہے

"قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ"

.... نیلوفر نایاب میسور

.... شہنواز بانو شاہینؔ چکمگلور

.... رضیہ یاسمینِ رازؔ، بنگلور

(ادارہ)

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ہے نعت آنحضورؐ کی اُلفت کا آئینہ
پڑھنا درود اُنؐ کی محبت کا آئینہ

اور ہے اذآن آپؐ کی رفعت کا آئینہ
بعد از خدا توئی تو ہے عظمت کا آئینہ

میرے نبیؐ ہیں باعثِ تخلیقِ کائنات
''لولاک'' قولِ رب ہے صداقت کا آئینہ

نبیوں میں بے مثال محمدؐ کی ذات ہے
تھا آپؐ کا سلوک تو رحمت کا آئینہ

رب نے بلایا آپؐ کو اسریٰ کی رات کو
دیدارِ حق تھا آپؐ کی عظمت کا آئینہ

رب کا خطاب آپؐ کے شایانِ شان ہے
ہراک خطاب بھی ہے محبت کا آئینہ

اُنگلی کے اک اشارے سے شق ہوگیا قمر
یہ معجزہ، خدا کی تھی قدرت کا آئینہ

تکتے تھے شوق سے وہ سبھی روئے مصطفیٰؐ
اصحابؓ کے لئے تھا وہ فرحت کا آئینہ

نایابؔ مدح آپؐ کی کس طرح کرسکے
''قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ''

نیلوفر نایاب میسور

نعتِ رسولؐ

ملکی صفات پاک طبیعت کا آئینہ
ذاتِ بشر میں خالقِ حکمت کا آئینہ
دیکھو تو کائنات محمدؐ کا نور ہے
چشمِ نظر کو چاہیے قربت کا آئینہ
دونوں جہاں میں ورد محمدؐ کے نام کا
"قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ"
معراج کے سفر کا ملا آپؐ کو شرف
رب کو بھی چاہیے تھا بصیرت کا آئینہ
نا آپؐ آتے ہم تو بھٹکتے صنم کدے
تم نے ہمیں دکھا دیا وحدت کا آئینہ
خیر البشرؐ نے راہ دکھائی نجات کی
جو روبرو کیا ہے شریعت کا آئینہ
اک اک حدیث آپؐ کی عرفان ہی تو ہے
ہراک حدیث خیر و فراغت کا آئینہ
طیبہ کی ہر گلی میں نظارا ہے نور کا
اپنے لئے مدینہ ہے جنت کا آئینہ
شاہین کے درود کی برکت سے ہے نجات
عشقِ نبیؐ سے دل ہے شفاعت کا آئینہ

شہنواز بانو شاہین چکمگلور

نعت رسولؐ

صداقت کا آئینہ ہے کہ سیرت کا آئینہ
قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ

آتا تھا اُنؐ کو خوب ہی دل جیتنے کا فن
نامِ نبیؐ ہے ہو بہو نصرت کا آئینہ

فردوس کی ہواؤں میں احمدؐ کا نام ہے
جنت ہماری ہوگئی فرحت کا آئینہ

نامِ خدا کے ساتھ محمدؐ کا نام ہے
چمکے گا کیوں نہ پھر مری قسمت کا آئینہ

قربان جاؤں انؐ کے میں حسنِ سلوک پر
انؐ کے طفیل ڈھل گیا نفرت کا آئینہ

یادِ نبی سے دل ہوا جاتا ہے شاد کام
یہ خانۂ خدا ہوا رحمت کا آئینہ

ہوجائے رازؔ کو ذرا دیدار مصطفےٰؐ
ہوگا نظر کے سامنے نعمت کا آئینہ

رضیہ یاسمین رازؔ، بنگلور

مبارک باد

طرحی انعامی نعتیہ کلام
اسمائے حضرات شعراء کرام

مصرعِ طرح

"قرآن بھی ہے آپ کی مدحت کا آئینہ"

جناب منیر احمد جامی بنگلور..............انعام اول

جناب یحییٰ نسیم بنگلور..............انعام دوم

جناب اسلم بیگ صبر رام نگرم..............انعام اول

جناب حسن علی حسن چن پٹن..............انعام دوم

ادارہ

نعت

برائے انعامی مقابلہ

کِھلتی ہوئی سحر کی صباحت کا آئینہ
رُوئے نبیؐ کمالِ نفاست کا آئینہ

میرے مطالعہ میں حیاتِ رسولؐ ہے
پیشِ نظر ہے فہم و فراست کا آئینہ

آیاتِ رب کا حسنِ تقدس بیان میں
اور طرزِ گفتگو ہے تلاوت کا آئینہ

ہر لفظ کائنات کی وسعت لئے ہوئے
ہر فکر زندگی کی صداقت کا آئینہ

شرمندگی سے کفر نے چہرہ چھپالیا
جوہر دکھا گیا وہ ہدایت کا آئینہ

ہوں گے ہمارے حق میں اجالوں کے فیصلے
چمکے گا روزِ حشر شفاعت کا آئینہ

صدقہ ملے جو نعت کا جاؔمی تو یہ سخن
بن جائے گا کلامِ بلاغت کا آئینہ

منیر احمد جاؔمی

نعتِ شریف

دل میں اگر ہو انؐ کی محبت کا آئینہ
چمکے گا حشر میں تیری شہرت کا آئینہ

نبیوں نے ایک صف میں کھڑے ہو کے یہ کہا
وہ دیکھو آ گیا ہے امامت کا آئینہ

گمراہ مجھ کو کرتے ہیں لعل و گہر یہاں
آقاؐ مجھے نصیب ہو غربت کا آئینہ

کب آؤں گا مدینے کو ہندوستان سے
اشکوں میں تیرتا ہے زیارت کا آئینہ

لب پر ہے کائنات کے توصیف اور سلام
''قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ''

عشقِ نبیؐ میں اشک گرے اور جم گئے
اللہ یہ ہے میری محبت کا آئینہ

اک ہاتھ میں ہے ساغرِ کوثر تو اے نسیم
اک ہاتھ میں ہے انؐ کے شفاعت کا آئینہ

یحیٰ النسیم، بنگلور

مدحت کا آئینہ

ان کو نصیب ہوگا شفاعت کا آئینہ
سرتاپا جو ہیں ان کی اطاعت کا آئینہ

نادم بھی ہیں دعاؤں کے طالب بھی ہیں بہت
بکھرا ہے ٹوٹ پھوٹ کے ملت کا آئینہ

جس پر پڑے گی آپ کی چشم کرم حضورؐ
محشر میں اس کی چمکے گا قسمت کا آئینہ

محبوب رب سے رب کی ملاقات کا سبب
معراج کیا تھی رب کی رفاقت کا آئینہ

دراصل وہ ہیں مہر و مروت کی چاندنی
لیکن ہیں رنگ میں عزم و شجاعت کا آئینہ

وہ سید البشر بھی ہیں نورِ خدا بھی ہیں
رحمت کا آئینہ بھی ہیں قدرت کا آئینہ

انسان اور فرشتے ہی رطب اللساں نہیں
قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ

اے صبرؔ کس کو جرأت انکار اس سے ہے
کردار مصطفےٰؐ ہے شریعت کا آئینہ

اسلم بیگ صبرؔ رام نگرم

نعتِ رسول انامؐ

دیکھا ہے جس نے آپؐ کی سیرت کا آئینہ
انساں وہ بن گیا ہے شرافت کا آئینہ

روزِ ازل سے روزِ قیامت تلک کہیں
دیکھا گیا نہ آپؐ سی عظمت کا آئینہ

دنیا یہ جانتی ہے مگر مانتی نہیں
یہ اپنے پاس اُس کی قیادت کا آئینہ

وہ بے مثال اسوۂ حسنہ حضورؐ کا
محشر تلک ہے رشد و ہدایت کا آئینہ

بولوں تو کفر ہوگا نہ بولوں تو کیا کروں
خالی رہا ہے عکس سے وحدت کا آئینہ

ہر شئے میں کائنات کی آئیں گے وہ نظر
دل کو بنا کے دیکھو عقیدت کا آئینہ

دیکھے کوئی اویسؓ کی آنکھوں سے آپؐ کو
بے شک ہے ذات آپؐ کی قدرت کا آئینہ

مدح سرا ہے صاحبِ لولاک دیکھئے
" قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ"

مل جائے گا حسنؔ تجھے حسنینؓ کا طفیل
روزِ حساب اُن کی شفاعت کا آئینہ

حسن علی خان حسنؔ چن پٹن

نعت پاک

ہے نعت میری فرط عقیدت کا آئینہ
سرکارِ دو جہاں سے محبت کا آئینہ
زورِ خیال ذہن کی رفعت کا آئینہ
خوشبوئے فکر و فن کی لطافت کا آئینہ
ہر قول آپ کا ہے صداقت کا آئینہ
اُمت کے واسطے ہے ہدایت کا آئینہ
توحید کیا ہے نازشِ وحدت کا آئینہ
شریعت ہے گویا آپؐ کی سیرت کا آئینہ
سب انبیاءؑ کو ناز تھا سرکار پر مرے
معراج میں عطا ہوا عظمت کا آئینہ
صدقے میں آفتابِ رسالت مآب کے
اُمت کے حق میں آیا شفاعت کا آئینہ
تطہیر نفس و تزکیۂ قلب کے لئے
فرمانِ مصطفیٰؐ ہے اطاعت کا آئینہ
آقا کے جسمِ پاک کو بے سایہ دیکھ کر
آنکھیں تھیں عرش والوں کی حیرت کا آئینہ
گوہرؔ دلیل اس سے بڑی کون دے سکے
" قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ "

گوہر تری کیروی، میسور

نعتیہ گیت

(برج بھاشا کے لہجے میں)

عنوان ''التجا'' خدمت اقدس میں رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم

دوار پر اپنے بلارے کالی کملی کے اُوڑھن وارے
سویا ہے بھاگ جگارے کالی کملی کے اُوڑھن وارے

باطل کا گھنگور اندھیارو نور نے تیرے کاٹا سارو
سچائی کا پھیلو اُجارو بھیرو جھوٹن کا مُنہ ہے گیو کارو
جگ میں تو جب آیا رے
کالی کملی کے اُوڑھن وارے

پاپ سے من کو چھٹکارا دے دُکھین کے دکھ درد مٹادے
مانوتا کا مان بڑھادے رحمت کے بادل برسادے
مکّے مدینے وارے
کالی کملی کے اُوڑھن وارے

تجھ سے پہلے طاقتور کا کمزوروں پر ظلم روا تھا
ظالم سے جواُف بھی کرتا پھانسی لگتی سولی چڑھتا
تونے وہ سنکٹ ٹارے
کالی کملی کے اُوڑھن وارے

مایا نے وہ رنگ چڑھایو جان کا دشمن ہے ماجایو
باپ پہ چڑھ بیٹا غرّایو بول رے یہ کیسا یگ آیو
اُلٹی بہے گنگا رے
کالی کملی کے اُوڑھن وارے

دنیا کی بگیا ہے فانی دھرتی پر کچھ دن مہمانی
تونے بتایا رے رحمانی جنم مرت سب ایک سمانی
کیسا ہے پھر جھگڑا رے
کالی کملی کے اُوڑھن وارے

شمس الدُّجیٰ ہے نام تہارو بدرُالدُّجی بھی حق نے پکارو
عرش بریں تک جانے وارو نبین میں توسب سے پیارو
دوجا نہیں تجھ سا رے
کالی کملی کے اُوڑھن وارے

برج باسی احؔمر ہے گسائیں یادیں پھول کھِلاتی آئیں
بل بل جائے تم رے یہ سائیں جا کی عرض سُنت ہو کہ نائیں
ایسا نہ ہو من ہارے
کای کمی کے اُوڑھن وارے

• • •

نعتِ رسولِ مقبولؐ

باقی کہاں بچا ہے قیادت کا آئینہ
توڑا گیا مرے قد و قامت کا آئینہ

ٹوٹے گا عصرِ نور کی شرارت کا آئینہ
جب ہوگا چکنا چور بغاوت کا آئینہ

گمراہیوں سے جاکے یہ کہدے کوئی ذرا
پیشِ نظر ہے اُنؐ کی اطاعت کا آئینہ

رحمت ہیں عالمین کی خاطر اِسی لئے
ہیں آپؐ رب تعالیٰ کی رحمت کا آئینہ

ہیں اِس میں آپؐ کی جہدِ مسلسل کے تذکرے
" قرآن بھی ہے آپ کی مدحت کا آئینہ "

اُنؐ کا عمل مطابقِ قرآں ہے ، اس لئے
ہے اُسوۂ رسولؐ ہدایت کا آئینہ

نوکِ قلم عزیزؔ کبھی بے وضو نہ ہو
دھندلا نہ جائے نعت کی عظمت کا آئینہ

عزیزؔ بلگامی بنگلور

دارالسرور شہر بنگلور
کے معزز شعراء کرام کا
طرحی نعتیہ کلام

منعقدہ ۸/اپریل ۲۰۰۴ء

مصرعۂ طرح

"قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ"

نعتِ رسولِ پاک

چمکا جو آفتابِ نبوت کا آئینہ
تاریخ دیکھتی رہی حیرت کا آئینہ

ساری روایتوں کے سروں پر ردائیں ہیں
ہراک عمل نبی کا ہے جدت کا آئینہ

دیکھا درِ رسولؐ تو خم ہوکے نم ہوا
دیکھو تو میری آنکھ کی جرأت کا آئینہ

آپ آئے تو چمک گئی مزدور کی جبیں
محنت کے روبرو ہوا اجرت کا آئینہ

ہوجائیں صرف میرے یہ حسرت تو ہے مگر
سب کے لئے وہ ذات ہے رحمت کا آئینہ

دانش کدے ہیں ان کی دعاؤں کے سلسلے
اور علم ہے انہیں کی فراست کا آئینہ

اس آئینہ میں دیکھ کے خود کو سنوارلو
سیرت نبی کی سب کی ضرورت کا آئینہ

دیمک زدہ تھیں ذہن کی الماریاں تمام
غارِ حرا سے مل گیا آیت کا آئینہ

اے کفر تیرے چہرے پہ کتنی تھکن ہے دیکھ
یہ آئینہ ہے عین نبوت کا آئینہ

افسرؔ رسول پاک علیہ السلام سے
دیکھو سنور گیا مری نسبت کا آئینہ

محمد حنیف افسرؔ عزیزی بنگلور

نعت

قدرت کی ہے عطا یہ ودیعت کا آئینہ
روشن ہوا جو آئینِ فطرت کا آئینہ

ہوتا نہ گر نبیؐ کی وساطت کا آئینہ
ہم کو نصیب ہوتا نہ وحدت کا آئینہ

قرآن کیا ہے فہم و فراست کی جان ہے
اور ایسا کوئی ہے نہیں حکمت کا آئینہ

مختارِ دو جہاں کیا اللہ نے آپؐ کو
اور آپؐ کی رضا ہے مشیت کا آئینہ

اسریٰ کی شب نبیؐ جو ہوئے رب کے ہمنشیں
کیا دیدنی نہ ہوگا رفاقت کا آئینہ

انسان کو بخش کے شرف مخلوقات پر
رب نے عطا کیا ہے خلافت کا آئینہ

تکمیل دینِ حق تھا جو مقصود اس لئے
مختص تھا نجمی آقا کی بعثت کا آئینہ

سلام نجمی بنگلور

نعت شریف

آقا ہیں میرے حق و صداقت کا آئینہ
یعنے ہیں آپؐ مظہرِ وحدت کا آئینہ
قرآن ہے خدائی کا وہ دستور العمل
ہیں آں حضورؐ جس کی نظامت کا آئینہ
اسریٰ کی شب تھی نورٌ علیٰ نور عرش تک
کیا کیف زا تھا شہؐ کی مسافت کا آئینہ
جس سے ہوا دو ٹکڑے قمر آسمان پر
ہے معجزہ انگشتِ شہادت کا آئینہ
تھا مکڑیوں نے جالا تنا غارِ ثور پر
نادر تھا کتنا آقا کی ہجرت کا آئینہ
اعمال کو مرے ہو عطا ایسی کچھ جلا
شفاف تر ہو اشکِ ندامت کا آئینہ
نجمی سوا کچھ اس کے نہیں چاہئے ہمیں
اسلام جو ہے اپنی وراثت کا آئینہ

سلام نجمی بنگلور

نعت شریف

میری نگاہ میں ہے بصیرت کا آئینہ
روشن ہے میرے دل میں عقیدت کا آئینہ

یہ اشتیاق آرزو ارمان بے پناہ
واللہ یہی ہے جذبِ محبت کا آئینہ

آؤ کہ ہم بھی مدحتِ آقاؐ کا لیں مزہ
'' قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ ''

سیرت و سادگی نبیؐ کا ہے یہ کمال
خود ہوگیا تباہ رُعونت کا آئینہ

دنیا و آخرت کا بھلا کیوں ہمیں ہو غم
کونین پہ محیط ہے رحمت کا آئینہ

نجمی صحیفے پہلے بھی نازل ہوئے مگر
قرآن پہ ہے ختمِ رسالت کا آئینہ

سلام نجمی بنگلور

نعت شریف

میرے مکاں میں رکھا ہے راحت کا آئینہ
میرے رسولِ پاکؐ کی چاہت کا آئینہ

خود زندگی حضورؐ کی سیرت کا آئینہ
"قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ"

صورت دکھائی دے گی محمدؐ کی صاف صاف
دل میں اگر ہے آپؐ کی عظمت کا آئینہ

دربارِ مصطفےٰ میں چلا آگیا ہوں میں
کتنا چمک رہا ہے یہ قسمت کا آئینہ

خود کو سنوارنے کی ضرورت نہیں ہمیں
ہم کو سنوارتا ہے یہ رحمت کا آئینہ

کوئی نہ توڑ پائے گا پتھر سے بھی اسے
یہ تو ہے مصطفےٰؐ کی محبت کا آئینہ

کعبہ نہ جاسکا تو کوئی غم نہ کر اے دل
نظروں کے سامنے ہے عبادت کا آئینہ

نظریں جھکائے رکھنا ضیاؔ رات ہو کہ دن
ہر وقت سامنے ہے رسالت کا آئینہ

ضیا کرناٹکی بنگلور

نعتِ شریف

ہے چور چور ظلم و جہالت کا آئینہ
مدنظر ہے علم و ہدایت کا آئینہ

تاریخِ کائنات میں واحد مثال ہے
دنداں بریدہ عشق و محبت کا آئینہ

انساں کا ذہن غرقِ دلیل و ثبوت ہے
کنکر ، شجر ، قمر ہیں نبوت کا آئینہ

دامانِ مصطفیٰؐ سے جو وابستہ ہوگئے
ان کو ملا ہے رشد و ہدایت کا آئینہ

جس کو ملا، ملا ، بطفیلِ شہِ انامؐ
راہِ خدا میں شوقِ شہادت کا آئینہ

نور الہدیٰ کا عکس دکھائے گا کس طرح
مجبور ہوگیا ہے صداقت کا آئینہ

میں کیا ، مری زباں کیا ، قلم کیا ، بساط کیا
''قرآن خود ہے آپ کی مدحت کا آئینہ''

آلودہ تھی عقیل زبانِ سخنوری
بخشے ہے نعت گوئی طہارت کا آئینہ

ڈاکٹر ایس یم عقیل ٹمکوری

نعت شریف

کردارِ باصفا تو ہے عزت کا آئینہ
ہر معجزہ ہے آپؐ کی عظمت کا آئینہ
کون و مکاں میں کس کو ملیں ایسی رفعتیں
قرآن بھی آپؐ کی مدحت کا آئینہ
شرم و حیا تو آپؐ کے کردار کی عطا
عثمانؓ کی حیا بھی ہے عفت کا آئینہ
دستِ عدو میں کانپ کے شمشیر رہ گئی
وہ رعب و دبدبہ بھی ہے حشمت کا آئینہ
سدرہ کے پار جا نہ سکے جبرئیل امیں
معراج بھی ہے آپ کی عظمت کا آئینہ
لختِ جگرؓ کو آپؐ نے ایسا سبق دیا
جو کچھ سنا وہ بن گیا فرحت کا آئینہ
دل میں تڑپ ہے لب پہ فغاں آنکھ میں نمی
یثرب کی دوریاں بھی ہیں فرقت کا آئینہ
ارشدؔ کے دِل پہ کھل کے برسنے لگی گھٹا
گنبد وہ سبز بن گیا رحمت کا آئینہ

ارشدؔ صدیقی بنگلور

نعت کے دو شعر

چمکا جہاں میں جونہی رسالت کا آئینہ
ٹوٹا تھا لخت لخت جہالت کا آئینہ

جب جب بھی میں نے نعتِ شہ انبیاء کہی
پیشِ نظر رہا ہے عقیدت کا آئینہ

الف احمد برقؔ بنگلور

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جیسے ہی چمکا دنیا میں سیرت کا آئینہ
یکلخت چُور ہوگیا بدعت کا آئینہ

مازاغ ماطغیٰ کا لگا سرمہ آنکھ میں
عرشِ بریں رسول کی رفعت کا آئینہ

نعتِ نبیؐ کا موقع مقدر سے مل گیا
چمکا خدا کے فضل سے قسمت کا آئینہ

دنیا کو اس کا حسن چکا چوند کرگیا
رکھا ہے جس نے روبرو سیرت کا آئینہ

دیکھا کریں نجات کے شیدائی روز و شب
من احسن من اللہ صبغة کا آئینہ

تنہا بشر نہیں ہے ثنا خواں رسول کا
" قرآن بھی ہے آپ کی مدحت کا آئینہ "

جس نے بھی چھوڑا دامن خیر الوریٰ شررؔ
دنیا میں بن کے رہ گیا ذلت کا آئینہ

جسیم الدین شررؔ بنگلور

نعت

دنیا تو ہے کرشمۂ قدرت کا آئینہ
نیرنگیٔ بہار ہے حکمت کا آئینہ

اپنے وجود ہی سے تھی بے نور یہ جہاں
جنگ و جدال غفلت و وحشت کا آئینہ

تشریف لائے آپؐ تو دنیا ہوئی پُر نور
ظلم و ستم سے پاک اور راحت کا آئینہ

سرکارؐ نے اخلاق کا جو درس دیا ہے
" قرآن بھی ہے آپ کی مدحت کا آئینہ"

یارا نہیں زبان کو مدحت ہی کیا کریں
ہے ہر حدیث آپ کی سیرت کا آئینہ

یہ خاکِ پا بھی آپ کا بے چین ہے حضورؐ
دکھلائیں آپ اس کو شفاعت کا آئینہ

آخر میں صدقِ دل سے دعا ہے بشیؔر کی
ہو قبر والی زندگی راحت کا آئینہ

الحاج بشیر احمد بشیؔر یوسفی، بنگلور

نعت شریف

کون و مکان آپ کی سیرت کا آئینہ
قرآن بھی ہے آپ کی مدحت کا آئینہ

ہر ایک اصول آپؐ کا انمول بے مثال
ختمِ رُسل ہیں آپؐ رسالت کا آئینہ

سرکارِ دو جہان ہو سالارِ انبیاء
نبیوں میں آپ سارے نبوت کا آئینہ

ساقیِ حوضِ کوثر شافعی روزِ محشر
حیران و بے سکون کو راحت کا آئینہ

معراج جاکے آپؐ نے سعادت خریدلی
قدرت خدا کی سامنے قدرت کا آئینہ

ہے ذکرِ پاک نامِ محمدؐ میں کائنات
توحید کی شمع ہو ہدایت کا آئینہ

اے تاجؔ جاکے دیکھو مدینے کی پُرفضا
ہر ایک گلی و کوچہ جنت کا آئینہ

صفدر علی خان تاجؔ اشرفی بنگلور

نعت شریف

گر دیکھنا ہے آپ کو قدرت کا آئینہ
محبوبِ حق میں دیکھئے وحدت کا آئینہ
اے چشمِ شوق دیکھ حقیقت کا آئینہ
طیبہ کی سرزمین پہ جنت کا آئینہ
چمکا دیا جہاں کو ہدایت کے نور سے
واللہ کیا ہے شمعِ رسالت کا آئینہ
اُن کے رُخِ منیر کی رعنائیاں نہ پوچھ
''قرآن بھی ہے آپ کی مدحت کا آئینہ''
معراجِ مصطفےٰ کی طرف دیکھ لیجئے
روشن ہے کائنات پہ عظمت کا آئینہ
دشمن کو بھی نگاہِ کرم سے نواز کر
دکھلا دیا جہان کو رحمت کا آئینہ
جائے گا وہ بہشت میں انسان بالیقین
جس کو دکھائیں گے وہ شفاعت کا آئینہ
یارب تیرے حبیب کی خدمت میں نظر ہے
اشعارِ نعت پاک عقیدت کا آئینہ
سروؔر خدا کرے کہ یونہی دیکھتا رہے
مولائے کُل کی چشمِ عنایت کا آئینہ

سروؔر بنارسی

نعت شریف

ہے جس کا دل نبیؐ کی محبت کا آئینہ
دیکھے گا حشر میں وہ شفاعت کا آئینہ

اُن کی نظر نظر ہے ہدایت کا آئینہ
اُن کی ادا ادا ہے شریعت کا آئینہ

اپنے ہوں چاہے غیر ہوں سب کے ہی واسطے
وہ ہیں خدائے پاک کی رحمت کا آئینہ

ہم تو غلام ٹھہرے ہمارا شمار کیا
"قرآن بھی ہے آپ کی مدحت کا آئینہ"

دو ٹکڑے ہوکے چاند نے آخر دکھا دیا
باطل کو مصطفیٰؐ کی حقیقت کا آئینہ

ہر دشمنِ نبی کو بھی یہ ماننا پڑا
وہ سربسر ہیں خلق و مروت کا آئینہ

ایمان کی نگاہ سے دیکھے کوئی جمیلؔ
اُن کا دیارِ پاک ہے جنت کا آئینہ

جمیلؔ بنارسی بنگلور

نعت شریف

فاراں سے چمکا نورِ ہدایت کا آئینہ
جس نے کیا تھا دُور ذلالت کا آئینہ

کرتے ہیں اعتراف سبھی دشمنانِ حق
ہیں شاہِ بطحیٰ بحرِ شرافت کا آئینہ

کرکے فلک پہ چاند کے ٹکڑے حضورؐ نے
کفار کو دکھایا نبوت کا آئینہ

اسود کا فیصلہ کیا پل بھر میں آپؐ نے
شاہِ امم ہیں میرے فراست کا آئینہ

توقیر اور ہوگی کیا اُمی رسولؐ کی
ہیں آپؐ منتہائے رسالت کا آئینہ

ہوگی نہ قیل و قال دعا کے قبول میں
نور الہدیٰ ہیں میری وساطت کا آئینہ

طائف میں بھی قبول نہ کی بدعا کی بات
فرمایا بن کے آیا ہوں رحمت کا آئینہ

پڑھ کے درود مانگا ہے اکرمؔ نے بس یہی
مل جائے روزِ حشر شفاعت کا آئینہ

اکرم اللہ بیگ اکرمؔ، بنگلور

نعت رسول اکرم ﷺ

نورِ خدا خدا کی ہیں عظمت کا آئینہ
قرآن خود ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ
کعبہ بنا تھا بتکدہ سرکارؐ سے پہلے
آمد سے ٹوٹا کفر و ضلالت کا آئینہ
محبوبِ کبریاؐ تو ہیں صدیق اور امین
بوبکرؓ آپؐ کی ہیں صداقت کا آئینہ
آقاؐ سے بڑھ کے دنیا میں عادل نہیں ہوا
حضرت عمرؓ ہیں ان کی عدالت کا آئینہ
جود و سخا حیا کے ہیں پیکر حبیبؐ پاک
عثمانؓ باحیا ہیں سخاوت کا آئینہ
مولائے دو جہان کی گودی میں کھیل کر
حضرت علیؓ بھی ٹھہرے شجاعت کا آئینہ
تاحشر بچہ بچہ ہے بنتِ رسول کا
ولایت کا آئینہ بھی شریعت کا آئینہ
دینِ محمدیؐ کی حفاظت کے واسطے
سجدے میں سر کٹایا وراثت کا آئینہ
دونوں جہاں میں سرخرو ہونا ہے گر مبینؔ
ہر وقت روبرو رہے سنت کا آئینہ

مبینؔ منور بنگلور

نعت شریف

صورت ہے حق کی خلق ہے رحمت کا آئینہ
حق کے رسولؐ حق کی ہیں وحدت کا آئینہ

خلق عظیم کی ہیں یہ معجز نمایاں
بچپن بھی آپ کا ہے نبوت کا آئینہ

تبلیغ دیں و ہجرت غزوات اور جہاد
ہے ہر محاذ انؐ کا عزیمت کا آئینہ

کوثر میں اُنؐ پہ کی گئیں دائم نوازشیں
اور والضحیٰ ہے حق کی حمایت کا آئینہ

اُمی نبیؐ کی مختصر و منتخر حیات
عقل و خرد ہیں آج بھی حیرت کا آئینہ

اور کس بشر کو عرش پہ رفعت ہوئی نصیب
اور کس نے دیکھا حق کی حقیقت کا آئینہ

جو مصطفےٰؐ کے رنگ میں رنگین ہوگیا
روشن ضمیر وہ ہے ولایت کا آئینہ

روشن ضمیر بنگلور

نعت شریف

دیکھا جو میں نے آپؐ کی سیرت کا آئینہ
سیراب ہوگیا مری حسرت کا آئینہ
کردارِ مصطفےٰؐ پہ نظر جس کی پڑگئی
آنے لگا نظر اُسے وحدت کا آئینہ
اُن حاجیوں سے پوچھ لو جو دیکھ آئے ہیں
وہ جنت البقیع بھی ہے جنت کا آئینہ
ہے فخر مجھ کو میری تجارت پہ اس لئے
صدیقؓ سے لیا ہے تجارت کا آئینہ
توحیدِ حق بھلا انہیں آتی کہاں نظر
آنکھوں پہ چڑھ گیا تھا جہالت کا آئینہ
قرآن اور حدیث سے جب دور ہوگئے
ٹکڑوں میں بٹ گیا مری ملت کا آئینہ
شامل ہے جن کے خون میں شداد کی صفت
ہرگز نہ دیکھ پائیں گے جنت کا آئینہ
دیکھا جو میں نے صبر و تحمل حضورؐ کا
ٹوٹا مرے ہوس کی شرارت کا آئینہ
پایا نہیں کسی بھی نبیؑ نے یہ مرتبہ
''قرآن بھی ہے آپؐ کی وحدت کا آئینہ''
کرکے وضو جو پڑھ لیا صلی علیٰ امین
مہکا اس امتی کی طہارت کا آئینہ

عنایت امین بنگلور

نعت شریف

ہر پارہ منکشف ہے حقیقت کا آئینہ
" قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ "
تخلیق کائنات رسالت کا آئینہ
پھیلا ہے نور بن کے ہدایت کا آئینہ
بے شک کلامِ پاک ہے سیرت کا آئینہ
مدحت سرا ہے آپؐ کی عظمت کا آئینہ
شمس و قمر ہیں نورِ محمدؐ سے ضوفشاں
چمکا ہے کائنات میں ندرت کا آئینہ
انسانیت کا رُتبہ بلندی پہ آگیا
وہ کام کرگیا ہے ہدایت کا آئینہ
مہمان بن کے عرش بریں پر گئے حضورؐ
معراج ہی ہے اصل میں قربت کا آئینہ
قرآنِ پاک سے ہمیں ملتی ہے یہ دلیل
روشن ہوا ہے شمع رسالت کا آئینہ
عشق نبیؐ میں ڈوب کے یہ نعت کیا کہی
شفاف ہوگیا مری الفت کا آئینہ
نصرتؔ کرم ہے مجھ پہ مرے کردگار کا
چمکا ہے دیکھئے مری قسمت کا آئینہ

نذیر نصرتؔ، بنگلور

نعت شریف

سب کو یقیں ہے آپؐ شفاعت کا آئینہ
روز جزا میں لطف و محبت کا آئینہ

تاریکیوں میں تھا جو تمدن جہان کا
روشن ہوا نبی سے اخوت کا آئینہ

شق القمر نے کردیا واضح جہان پر
امی رسول پاکؐ کی عظمت کا آئینہ

مکہ ہوا جو فتح تو دشمن بھی کہہ اٹھے
دیکھا نہ آپؐ سا کبھی رحمت کا آئینہ

جھگڑے فساد فتنے بنے تھے جو قیصری
اُن کو دکھایا آکے قیادت کا آئینہ

موقوف آسمانی کتب پر نہیں ہے یہ
''قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ''

سید افسر پاشاہ افسر، بنگلور

نعت شریف

الفت کا آئینہ ہیں آپؐ محبت کا آئینہ
انسانیت کے رشتوں کی عظمت کا آئینہ

فرقت میں بھی حضورؐ ہیں قربت کا آئینہ
جو دل کو دے سکون وہ راحت کا آئینہ

شامِ فراق میں بھی ہیں شمع امید آپؐ
اور وصل کی لطیف حقیقت کا آئینہ

تصدیقِ قول و فعل ہے حضرت کی زندگی
"قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ"

اس دور گم گرفتہ میں راہِ صمیم آپؐ
اور آپؐ سربسر ہیں ہدایت کا آئینہ

وقفِ غمِ حیات تھیں آسائشیں تمام
اور آپؐ کی حیات تھی راحت کا آئینہ

ہر آئینہ کا شاہد و مشہود ہیں سحابؔ
حضرت دلیل و فکر کی عظمت کا آئینہ

عبدالرشید سحابؔ ناگمنگل، مقیم بنگلور

نعت شریف

تھا آمنہ کی گود میں فطرت کا آئینہ
پہنچا وہ گھر حلیمہ کے رحمت کا آئینہ

جیسا تھا اس کو ویسا ہی آنے لگا نظر
چہرہ حضورؐ کا ہے حقیقت کا آئینہ

پھیلی انہیں کے دم سے جہاں بھر میں روشنی
شمس و قمر نورِ رسالت کا آئینہ

یہ کائنات آپؐ کی احسان مند ہے
عکسِ جمیلِ پاک ہے قدرت کا آئینہ

پوچھا تو عائشہؓ نے صحابہ سے کہدیا
قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ

گویا کہ بند کوزے میں دریا ہوا تمام
ہر اک حدیث آپ کی حکمت کا آئینہ

آدمؔ رسول پاکؐ کا ادنیٰ کمال ہے
سرچشمۂ حیات ہدایت کا آئینہ

آدمؔ بنگلور

نفیس ریشم اور دلکش کھلونوں کے شہر

رام نگرم اور چن پٹن کے

شعرائے کرام کا طرحی نعتیہ کلام

مصرعہ طرح

"قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ"

نعتِ شریفؐ

لیل و نہار زلف و صورت کا آئینہ
شمس و قمر ہے حسن کی دولت کا آئینہ

اللہ کی عطا و نسبت کا آئینہ
محبوب اور محبّ کی صحبت کا آئینہ

کردار مصطفیٰؐ کے چمکتے گلاب ہیں
کردار ہیں صحابہ یا سیرت کا آئینہ

نعتِ رسول پاکؐ کی دولت ملی مجھے
گو مل گیا رسول کی چاہت کا آئینہ

اخترؔ قرآن کھول کر نعتِ رسولؐ پڑھ
قرآن بھی ہے آپ کی مدحت کا آئینہ

الحاج اختر حسین اخترؔ
کمندان محلّہ، رام نگرم

نعتِ شریفؐ

وحدت کا آئینہ ہیں وہ قدرت کا آئینہ
خلوت کا آئینہ ہیں وہ جلوت کا آئینہ

یکتا وہ کارساز و آئینہ ساز کا
اُمی لقب وہ صورت و سیرت کا آئینہ

ہر ذرہ آئینہ ہر پھول آئینہ
آقا کے حسن پاک وہ نکہت کا آئینہ

والیل زلف چہرۂ انور کو کیا کہوں
شمس و قمر بھی حسن کی دولت کا آئینہ

کیسے خدائے پاک کرے رد دعا میری
میں ہوں جمالیؔ آپ کی مدحت کا آئینہ

محمد الیاس پاشاہ جمالیؔ
محبوب نگر، رام نگرم

نعتِ شریفؐ

قدرت کا آئینہ ہیں وہ نزہت کا آئینہ
خلقت کی اصل توحید وحدت کا آئینہ

وہ مسکرائے باغ و بہاراں کو ہے رمق
نوری بشر وہ جلوت و خلوت کا آئینہ

ہر کوئی نفسی نفسی کے عالم میں جب رہے
ہرسو پکار اٹھے شفاعت کا آئینہ

اللہ کی کتاب ہے آئینہ مصطفےٰؐ
اور مصطفےٰؐ خدا کے ہیں عظمت کا آئینہ

ظاہر و باطن اول و آخر بھی آپ ہیں
آدم تا عیسیٰ سب ہیں رسالت کا آئینہ

و الیل و النھار و یٰس و ن ص
قرآن بھی ہے آپ کی مدحت کا آئینہ

جنت جمالِ مصطفےٰؐ دوزخ جمالِ رب
عرشِ بریں ہے آپ کی عظمت کا آئینہ

پردہ جو کرلیا میرے آقا نے جس گھڑی
ہر ایک صحابی ہوگئے سیرت کا آئینہ

بعد از صحابہ تابعین اور ائمہ کے بعد
طہر ایک ولی ہے سیرت و صورت کا آئینہ

کرتا ہے رشک فیضؔ بھی قسمت کو دیکھ کر
حاصل ہوا۔ جو آمری نسبت کا آئینہ

محمد سیف اللہ خان فیضؔ آمری۔ محبوب نگر محلّہ، رام نگرم

نعتِ شریفؐ

ہر جز و کل ہے آپ کی عظمت کا آئینہ
اللہ کی محبت و ثروت کا آئینہ

ہر ضوءِ شمع بوءِ گل پھل پھول کی مہک
نورِ خدا کی ادنیٰ و راشت کا آئینہ

ادوار کی رمق ہو یا ماضی کے حال و چال
سب ہیں ادائے دعوتِ مدحت کا آئینہ

شمس و قمر ستارے و جگنو یا بوند بوند
نعلینِ مصطفےٰؐ کی شباہت کا آئینہ

پیارے صحابہ تابعین اور ائمہ کے بعد
ہر ایک ولی ہے ان کی ولایت کا آئینہ

مدح سرا یہ آپ کا ذاکرؔ فقط نہیں
قرآن بھی ہے آپ کی مدحت کا آئینہ

ذکاءاللہ خان ذاکرؔ آمری

محبوب نگر محلہ، رام نگرم

نعت شریف

خیر البشر ہیں قادرِ قدرت کا آئینہ
اسوہؑ حسنہ آپ کی وحدت کا آئینہ

خلاقِ دو جہان ہے مطلوبِ مصطفیٰؐ
معراج کبریا ہے محبت کا آئینہ

افلاک پر بھی آپ سبھوں کے رہے امام
اور فرش پر طریق و حقیقت کا آئینہ

روشن ہوئے چراغ ہیں دنیا میں دین کے
شفاف ہے رہے گا شریعت کا آئینہ

لاریب نوؔر آپ ہوئے خاتم النبیؐ
قرآن بھی ہے آپ کی مدحت کا آئینہ

جعفراللہ شاہ عرف نور احمد نوؔر، رام نگری

نعت شریف

اللہ سے ملا ہے ہدایت کا آئینہ
شکلِ قرآن دیکھو شریعت کا آئینہ

نورِ خدا ہے چار سو حدِ نظر یہاں
پھیلا حدیثِ پاک سے سیرت کا آئینہ

ذکر رسولؐ وردِ زباں صبح و شام ہو
بیشک نصیب ہوگا شفاعت کا آئینہ

کلمہ رسول پاک کا ایمان کی دلیل
ہے اتباعِ رسول کی جنت کا آئینہ

اللہ کے کلام نے یہ واضح کردیا
قرآن بھی ہے آپکی مدحت کا آئینہ

پروردگار تیری پناہوں میں دے جگہ
بکھرا ہوا ہے آج کل ملت کا آئینہ

اوروں سے جو نہ ہوسکا دکھلایا آپؐ نے
سرشار اس جہاں کو نصیحت کا آئینہ

محمد حنیف سرشار رام نگری

نعت شریف

جس نے رکھا ہے پاس شریعت کا آئینہ
اس کو دکھائے گا خدا جنت کا آئینہ
وہ دیکھتا ہی جائے گا جلوے نئے نئے
جس کو بھی مل گیا ہے بصارت کا آئینہ
ہر ہر نفس اٹھائیں گے کیف و نشاطِ عشق
قرآن ہے یہ نشۂ بہجت کا آئینہ
تا حشر کم نہ ہوگا کبھی ذکرِ مصطفےٰ
قرآن ہے رسولؐ کی مدحت کا آئینہ
کیسے نہ اس پہ کھلتے رموزِ خدا بھلا
رکھتا جو اپنے پاس ہے خلوت کا آئینہ
حق نے کہا ہے آپ کو سالار انبیا
سب عکس ہیں اور آپ نبوت کا آئینہ
ہوتا ہے وہ بھی وقت کا بیشک ابوالکلام
ہاتھ آئے جس کے فہم و فراست کا آئینہ
رکھتا ہوں تابناک ہر اک گوشۂ حیات
رہتا ہے میرے سامنے سیرت کا آئینہ
عباسؔ نعت گوئی ہے سرمایۂ حیات
رکھتا ہوں صاف اُن کی عقیدت کا آئینہ

عباس صاحب عباسؔ چن پٹن

نعت شریف

مفقود ہوچکا تھا مروت کا آئینہ
تھا چور چور دہر میں چاہت کا آئینہ
پیشِ نظر تھا رنج و ملامت کا آئینہ
کوئی نہ تھا جہاں میں بشارت کا آئینہ
انسانیت سے دور شرافت تھی اس قدر
ہرسو دکھائی دیتا تھا غیبت کا آئینہ
چہروں پہ ہر کسی کے نمایاں تھی گمرہی
آویزاں ہر طرف تھا جہالت کا آئینہ
تشریف لائے ایسے میں سردارِ انبیاءً
روشن ہوا جہاں میں نبوت کا آئینہ
امن و امان پاگئے انفاس دہر میں
سب کو عطا ہوا جو لطافت کا آئینہ
کرتے ہیں ذکر آپؐ کا حور و ملک ہی کیا
قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ
تاریک راستوں پہ دمکنے لگے چراغ
دیکھا سبھوں نے ختمِ رسالت کا آئینہ
ہے آپؐ کے طفیل یہ خاطرؔ بھی خوشحال
دنیا میں پاگیا وہ ہدایت کا آئینہ

س م خاطرؔ خوندمیری چن پٹن

نعت شریف

تیرا جمالِ حسن لطافت کا آئینہ
میرے نبیؐ ہیں دین کی عظمت کا آئینہ

آنے سے آپ کے ہوئی تزئینِ کائنات
لو چور چور ہوگیا بدعت کا آئینہ

قرآن ہو بہو ہے محمدؐ کا ہر عمل
پھر کیوں نہ ہو قرآن بھی مدحت کا آئینہ

میں بھی مسافرانِ حرم میں رہوں گا کل
میرا وجود ہے اسی حسرت کا آئینہ

ہیں آپ ہی تو باعثِ تخلیقِ کائنات
فطرت میں آپ آپ میں فطرت کا آئینہ

ہے یہ دعائے ذوقؔ خدایا رسولؐ کی
ہر ایک دل بنادے محبت کا آئینہ

سید برہان الدین ذوقؔ، چن پٹن

نعت شریف

روشن ہے کائنات میں سیرت کا آئینہ
دل میں ہے سب کے آپ کی عظمت کا آئینہ
مبعوث آپؐ کو کیا ربِ جلال نے
بھیجا بناکے دہر میں رحمت کا آئینہ
آیا ہے رنگ آپؐ سے دونوں جہان پر
بے شک ہیں آپؐ حق کی حقیقت کا آئینہ
تھی بت پرستی آپؐ سے پہلے جہان میں
آپؐ آئے بن کے دہر میں وحدت کا آئینہ
قائم ہے آپؐ ہی سے رسولوں کا سلسلہ
بے شک ہیں آپؐ حق کی نبوت کا آئینہ
جس پر پڑی نگاہِ رسالت مآب کی
چمکے ہے اس کا دہر میں قسمت کا آئینہ
روشن چراغِ راہ ہے سیرت رسول کی
ہے زندگی نبی کی حقیقت کا آئینہ
نقشِ قدم پہ آپؐ کے جو کوئی چل پڑا
اس کا بھی بن کے رہ گیا عظمت کا آئینہ
جس نے بھی دیکھا آپؐ کو قرآں سمجھ گیا
قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ
معراج خوش نصیب ہے امت میں آپؐ کی
جس کو ملا ہے ان کی قیادت کا آئینہ

سید اسد اللہ عابد معراجؔ خوندمیری، چن پٹن

نعت شریف

قاصر میرا قلم ہوا حیرت کا آئینہ
کیونکر وہ دیکھ پائے گا وحدت کا آئینہ

خود کو سجا رہے تھے عدو جس کے سامنے
اک ضرب میں تھا چور وہ ظلمت کا آئینہ

زندہ ہی دفن ہوتی تھی وہ بیٹیاں جو کل
بعثت سے آپؐ کی ہوئیں شفقت کا آئینہ

انگلی کے اک اشارے سے شق ہوگیا قمر
وہ بھی ہوا ثبوتِ نبوت کا آئینہ

دیدار کے بہانے وہ بلوایا عرش پر
معراج آپ کی بنی رفعت کا آئینہ

فرمان آپ کا ہے بصد رشک کیمیا
رسی جو حق کی ہے وہ ہے نصرت کا آئینہ

ہوں گی زبانیں گنگ اگر دیکھیں غور سے
''قرآن بھی ہے آپؐ کی مدحت کا آئینہ''

یہ کائنات ساری ہے مرہون آپؐ کی
بیشک ہے ذات آپؐ کی رحمت کا آئینہ

مختارؔ ایک ذرہ سے کیا تھا زیادہ تو
مدحت انہیں کی ہے تیری شہرت کا آئینہ

سید مختار احمد خوندمیری مختارؔ چن پٹن

نعت رسول پاکؐ

حسنینؓ بالیقیں ہیں شہادت کا آئینہ
میرے حضورؐ ختم رسالت کا آئینہ

نبیوں کو جو ہوا نہیں ہم کو ہوا نصیب
ختمِ رسول پاکؐ کی سیرت کا آئینہ

یارب دعا ہے دید تری ہو اسی طفیل
رکھتے ہیں ہم بھی ان کی ہدایت کا آئینہ

پڑھنے لگے درود زمین و فلک سبھی
خالق سے ملنے جاتا ہے قدرت کا آئینہ

کٹ جائے یہ زبان مری گر غلط کہوں
"قرآن بھی ہے آپ کی مدحت کا آئینہ"

شرک اور بدعتوں کا وہاں کچھ نہیں ہے کام
دل ہو چلا ہے جس کا بھی سنت کا آئینہ

اشفاقؔ راہِ حق سے وہ بھٹکیں گے کیا بھلا
رہبر بنا ہے جن کا صداقت کا آئینہ

اشفاق بیگ اشفاقؔ، چن پٹن

واقعاتِ کربلا سن کر تڑپ جاتے ہیں لوگ
نوحہ گر ہے ساری خلقت آپ کی پیارے حسینؓ

جب محمدؐ مصطفیٰؐ ہیں شافعِ محشر تو پھر
آپ ہیں جنّت کے جنّت آپ کی پیارے حسین

آپ جیسا دوسرا پیدا نہ ہو گا حشر تک
ایسی ہے صبر و قناعت آپ کی پیارے حسینؓ

جب چلے لڑنے لعینوں سے تنِ تنہا امامؓ
کی فرشتوں نے حفاظت آپ کی پیارے حسینؓ

آپ کے دامانِ شفقت میں وہ پاتا ہے اماں
دل سے جو کرتا ہے مدحت آپ کی پیارے حسین

• • •

سلام

شہیدِ کربلا سیّدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

خدا کا حکم تھا صبر و رضا بکھیر حسینؓ
اِسی لیے تو ہوئے کربلا میں زیر حسینؓ

علیؓ کے لختِ جگر فاطمہؓ کے نورِ نظر
اِدھر ہیں صبر کے ضامن ادھر ہیں شیر حسینؓ

خدا کے حکم کی تعمیل تھی اُنھیں منظور
جو پہنچے کوفے میں خود سے ہی کر کے دیر حسینؓ

لعین بھاگ اُٹھے ان میں دیکھ کر صورت
تھے اپنے وقت کے سب سے بڑے دلیر حسینؓ

◆ ◆ ◆

نعت شریف

خالق کی مرضی خلق کی سیرت کا آئینہ
مخلوق کے لئے ہیں ہدایت کا آئینہ

آدم تا یحییٰ چمکے رسالت کے نور سے
ہادی مگر تھے ان کی عنایت کا آئینہ

دورِ جہل تھا چار سو چھائی تھی ظلمتیں
چمکایا سارے جگ کو مشیت کا آئینہ

ذرہ کو تارہ کوہ کو کندن بنادیا
ظاہر زمین پہ کردیا قدرت کا آئینہ

صبر و رضا و شکر کے پیکر ہیں اولیا
دراصل سب ہیں ان کی ہی نسبت کا آئینہ

جھلمل ستارے اور نظاروں کے نور میں
ہر آن وہ جھلکتا ہے وحدت کا آئینہ

آفاقؔ کے لبوں پہ دعا ہے فقط یہی
ہو سامنے ہمیشہ شریعت کا آئینہ

محمد حمید آفاقؔ چن پٹن

نعت شریف

اخلاق آپ کے ہیں شرافت کا آئینہ
صادق بیانی آپ کی فطرت کا آئینہ

احساس ہورہا تھا حلیمہ کو بار بار
دامن میں میرے ہوگا نبوت کا آئینہ

بوجہل بہ تماش سے فاروق نے کہا
ہم کو ملا ہے رحمت و شفقت کا آئینہ

قرآن پاک آپ کے صدقہ میں مل گیا
جو سب کے واسطے ہے ہدایت کا آئینہ

حضرت بلالؓ عاشق مولائے کائنات
تا مرگ تھے بنے وہ محبت کا آئینہ

دونوں جہان آپ کی ٹھہراگئی ملکیت
قرآن ہے یہ آپ کی مدحت کا آئینہ

شام و سحر رواں دواں سانسوں میں آپ ہیں
ساغرؔ کا دل ہے آپ کی عظمت کا آئینہ

سید احمد ساغرؔ، چن پٹن

نعت شریف

عشقِ رسول ہے قلب کی راحت کا آئینہ
اعمالِ نیک ہوتے ہیں سیرت کا آئینہ
ہر شئے جمال تو نورِ نبی سے ہے
بے شک یہ شجر ہیں قدرت کا آئینہ
قرآن دے دیا ہے گواہی یہ بار بار
پیارے رسولِ پاک ہیں وحدت کا آئینہ
جلوت تو بس خدا کی ہی ایک وصف ہے مگر
پیارے نبی خداکے ہیں جلوت کا آئینہ
بے شک خدا بڑا ہی رحیم و کریم ہے
امت کے حق میں آپؐ ہیں رحمت کا آئینہ
خالق ہر ایک کا ہے وہ رب ذوالجلال
ہر شے مگر ہے آپ کی رنگت کا آئینہ
وہ شان تھی کہ قیصر و کسریٰ کے سر جھکے
ٹوٹا غرور و دہشت نخوت کا آئینہ
جو آپ کا ہوا اسے درسِ وفا ملا
بوجہل کو دکھاگئے عبرت کا آئینہ
بھوکوں کے آگے آپ نے لنگر لگادیئے
لیکن تھے آپ اصل میں غربت کا آئینہ
فرشِ زمیں پہ عرش میں مدحت ہے آپؐ کی
قرآن بھی ہے آپ کی مدحت کا آئینہ
عارفؔ تو ہر مقام پہ سیرت کو عام کر
دنیا میں تو دین کی حرمت کا آئینہ

عبدالعارف عارفؔ منڈیا

عظیم الشان حج بیت اللہ

کے موضوع پر دیئے گئے طرحی مصرعوں

”عطائے خاص ہے رحمت ہے حج بیت اللہ“

”ہر ایک دل کی تمنا ہے حج بیت اللہ“

پر کہا گیا

مقتدر شعرائے کرام کا کلام

حج بیت اللہ

متاعِ خاص ہے رحمت ہے حج بیت اللہ
کرم خدا کا ہے نعمت ہے حج بیت اللہ
جو فرض و حکمِ شریعت ہے حج بیت اللہ
نشانِ عزت و وقعت ہے حج بیت اللہ

یہ فضلِ خاص ہے بندوں پہ حق تعالیٰ کا
محض یہ رب کی عنایت ہے حج بیت اللہ
کبھی نہ ہوسکے حاصل یہ زورِ بازو سے
عطائے رب یہ سعادت ہے حج بیت اللہ

کہا جنہوں نے بھی لبیک بَر صدائے خلیلؑ
انہیں کی خوبی قسمت ہے حج بیت اللہ
گزر گئے ہیں جہاں سے کروڑوں شاہ و امیر
نہ پاسکے وہ دولت ، ہے حج بیت اللہ

ہیں جمع عالم اسلام کی سبھی قومیں
نشاندارِ اخوت ہے حج بیت اللہ
گناہ دھلنے کا اور مغفرت کا حاجی کی
بنا وسیلۂ قدرت ہے حج بیت اللہ

ہے یادگارِ خلیلؑ اور بنائے اسماعیلؑ
تو ہاجرہؓ کی بھی سنت ہے حج بیت اللہ
ہے آرزو یہی نایابؔ پھر میسر ہو
کہ روح و جان کی چاہت ہے حج بیت اللہ

نیلوفر نایابؔ میسور

حج بیت اللہ

خدا کا حکم ہے دعوت ہے حج بیت اللہ
عطائے خاص ہے رحمت ہے حج بیت اللہ
طوافِ کعبہ ہے طاعت ہے حج بیت اللہ
حضورِ پاکؐ کی سنت ہے حج بیت اللہ
یہ فرضِ خاص عبادت ہے حج بیت اللہ
بڑی ہی نیک سعادت ہے حج بیت اللہ
اہم فریضہ ہے جملہ یہ پنج فرضوں میں
سکون بخش مشقت ہے حج بیت اللہ
روانہ ہوتے ہیں حج کے لئے عقیدت سے
یہ حاجیوں کی ارادت ہے حج بیت اللہ
مشقتوں کی یہ پرواہ کبھی نہیں کرتے
بڑی ہی پاکیزہ نیت ہے حج بیت اللہ
نصیب والوں کو ملتی ہے زندگانی میں
خدا کے قُرب کی نعمت ہے حج بیت اللہ
سفر میں حج کے بڑا لطف راس آتا ہے
کہ حق میں بندوں کے راحت ہے حج بیت اللہ
نگاہیں روضۂ اقدس کو چوم لیتی ہیں
درِ رسولؐ کی عظمت ہے حج بیت اللہ
اثر ہے یہ بھی دعائے خلیلؑ کا شاید
یہ جاویدانی فضیلت ہے حج بیت اللہ
تقدس اس کا مسلط ہے ذہن پر گوہر
خیال و فکر کی وسعت ہے حج بیت اللہ

گوہر تری کیروی

حج بیت اللہ

بہت ہی خاص سعادت ہے حج بیت اللہ
نظر کو نور کی دعوت ہے حج بیت اللہ

غبار آلودہ موسم کے دن تمام ہوئے
کھلی فضا کی بشارت ہے حج بیت اللہ

سحر نصیب جو لمحے تھے ان کی جہت ہوئی
شکست ساعتِ ظلمت ہے حج بیت اللہ

جہاں سے قربتیں ممکن ہیں آسمانوں کی
یہ وہ بلندئ قسمت ہے حج بیت اللہ

وہ جس میں شمع فروزاں ہے نور و وحدت کی
اک ایسے گھر کی زیارت ہے حج بیت اللہ

جو بس میں ہو تو بجا آوری ضروری ہے
یہ حکم صاحبِ قدرت ہے حج بیت اللہ

جو وجہِ تابش و تطہیر روح ہے جاؔمی
وہ ایک ایسی عبادت ہے حج بیت اللہ

منیر احمد جاؔمی بنگلور

حج بیت اللہ

متاعِ عقبیٰ ہے رفعت ہے حج بیت اللہ
عطائے خاص ہے رحمت ہے حج بیت اللہ

وہ تلبیہ کی صدائیں تلاوت و اذکار
وہ نغمہ کلمۂ وحدت ہے حج بیت اللہ

طوافِ کعبہ شب و روز رحمتوں کا نزول
وفورِ شوق ہے، نعمت ہے حج بیت اللہ

سفید چادریں تن پر ہیں یا کفن اوڑھے
جنونِ عشق و محبت ہے حج بیت اللہ

میرے حضورؐ کے جد ہیں جنابِ ابراہیمؑ
ادا جو کرتی یہ ملت ہے حج بیت اللہ

نزول قرآں کا مرکز وہ جائے امن و سکون
ہر اک زباں کرے مدحت ہے حج بیت اللہ

صفاء و مروہ پہ بے چین مامتا کی سعی
جو ثبت قرآں کی آیت ہے حج بیت اللہ

پدر کا خواب پسر کا وہ جذبۂ ایثار
مثال زندہ و طاعت ہے حج بیت اللہ

ہیں رنگ و نسل الگ ایک صف میں شاہ و گدا
وہ دیتا درس اخوت ہے حج بیت اللہ

کئی مقام ہیں دنیا میں دیکھنے کے مگر
تڑپ ہے دید کی حسرت ہے حج بیت اللہ

تھا خطبہ حج وداع کا وہ جبل رحمت سے
کہ منبع رشد و ہدایت ہے حج بیت اللہ

میری نماز و قربانی زندگی اور موت
خدا کے واسطے نسبت ہے حج بیت اللہ

خلیلؔ شکریہ ہر سانس رب کعبہ کا
ہوئی تمہیں جو زیارت ہے حج بیت اللہ

خلیل احمد خلیلؔ بنگلور

حج بیت اللہ

سراپا ذوقِ محبت ہے حج بیت اللہ
مرے یقین کی دولت ہے حج بیت اللہ

قدم قدم پہ جہاں رحمتوں کی بارش ہے
سحابِ نور ہے نعمت ہے حج بیت اللہ

عجیب اُس کے فضائل عجیب اس کی عطا
پیامِ امن و صداقت ہے حج بیت اللہ

عقیدتوں کے سمندر میں ڈوبنے والو
یقین جانو سعادت ہے حج بیت اللہ

چلو خلوص لئے دل میں سوئے کعبہ تم
جہاں میں باعثِ راحت ہے حج بیت اللہ

کرم ہے فضل ہے الطاف ہے نوازش ہے
ہے فیض اورعنایت ہے حج بیت اللہ

شکیبؔ تُو تو بڑا خوش نصیب شاعر ہے
ہر ایک کی کہاں قسمت ہے حج بیت اللہ

شکیبؔ تجھ کو ملا یہ شرف بفضلِ خدا
عطائے خاص ہے رحمت ہے حج بیت اللہ

فیاض شکیبؔ بنگلور

حج بیت اللہ

عطائے خاص ہے رحمت ہے حج بیت اللہ
کہ دوجہان کی دولت ہے حج بیت اللہ
دلیلِ وحدتِ ملت ہے حج بیت اللہ
نشانِ عظمت ورفعت ہے حج بیت اللہ
ہے شرق وغرب شمال وجنوب کا سنگم
عجیب مرکزِ وحدت ہے حج بیت اللہ

افسر مظفر نگری

بہت عظیم یہ دولت ہے حج بیت اللہ
ہماری شان ہے عزت ہے حج بیت اللہ

ہمارے واسطے نعمت ہے حج بیت اللہ
عطائے خاص ہے رحمت ہے حج بیت اللہ

ضیا کرناٹکی، بنگلور

حج بیت اللہ

بتاؤں آ میں تجھے کیا ہے حج بیت اللہ
دل و نگاہ پہ پہرا ہے حج بیت اللہ

نگاہیں چومی ہیں اس کی قدم بھی اس کے لئے
جو کرکے لوٹ کے آیا ہے حج بیت اللہ

ذریعہ ہو کہ نہ ہو عشق ہو اگر صادق
ضرور آدمی کرتا ہے حج بیت اللہ

امیر شہر کا مقدر کا ہے دھنی کیسا
ہرایک سال وہ جاتا ہے حج بیت اللہ

ترے پڑوس میں لڑکی جوان بیٹھی ہے
یہ جان کر بھی تو جاتا ہے حج بیت اللہ

صدائے غیب پہ جس روح نے کہا لبیک
اسی کے حصہ میں آیا ہے حج بیت اللہ

متاع کون و مکان دے کے بھی جناب افسرؔ
اگر نصیب ہو سکتا ہے حج بیت اللہ

اظہار افسرؔ مظفرنگری بنگلور

حج بیت اللہ

سکونِ قلب کا تحفہ ہے حج بیت اللہ
ہر ایک غم کا مداوا ہے حج بیت اللہ

گناہ کے بوجھ سے مایوس زندگی کے لئے
نئی حیات کا مژدہ ہے حج بیت اللہ

طلوع صبحِ فروزاں کی دے رہا ہے خبر
سیاہ شب کا سویرا ہے حج بیت اللہ

وہ اپنے گھر جسے مہماں بنانا چاہتا ہے
اسی کے حصے میں لکھا ہے حج بیت اللہ

جو دل کے پاؤں سے چل کر وہاں پہنچتا ہے
قبول اس کا ہی ہوتا ہے حج بیت اللہ

قبول ہوتی ہے ساری دعائیں حاجی کی
نصیبِ خفتہ جگاتا ہے حج بیت اللہ

جو بعدِ کعبہ مدینہ بھی جاکے آتا ہے
نگاہِ رب میں اسی کا ہے حج بیت اللہ

خمارؔ بھولنا فطرت ہے ذہن کی ورنہ
ہماری روح کا وعدہ ہے حج بیت اللہ

سلیمان خمارؔ بیجاپور

حج بیت اللہ

دل و نظر کا اُجالا ہے حج بیت اللہ
میری نجات کا رستہ ہے حج بیت اللہ
شمال و مغرب و مشرق ہے کیا جنوب ہے کیا
سبھوں کو ایک بناتا ہے حج بیت اللہ
تو جتنا چاہے نظر میں سمیٹ لے حاجی
خدائے پاک کا جلوہ ہے حج بیت اللہ
گنہ کی دھوپ سبھی زندگی کی ڈھل جائے
کرم کا رحم کا سایہ ہے حج بیت اللہ
یہ چاند تاروں کی سورج کی روشنی کیا ہے
خدا کا نور دکھاتا ہے حج بیت اللہ
میری حیات کا وقفہ دلِ حزیں کا سکوں
مدینہ شام، سویرا ہے حج بیت اللہ
نہ صرف میرے ہی دل کی یہ آرزو ہے نسیمؔ
ہر ایک دل کی تمنا ہے حج بیت اللہ

یحییٰ نسیمؔ بنگلور

حج بیت اللہ

امیر شخص کو کرنا ہے حج بیت اللہ
ہر ایک دل کی تمنا ہے حج بیت اللہ
اگر سمجھتا ہے برتر تو خود کو اوروں سے
ترا غرور مٹاتا ہے حج بیت اللہ
حلال پیسوں سے تم حج کرو مسلمانو
سدا یہ بارہا دیتا ہے حج بیت اللہ
یہ رنگ و نسل کو پہنچانتا نہیں لوگو
انا کے بت کو گراتا ہے حج بیت اللہ
اک اتحاد کا مرکز ہے یہ جہاں والو
سبھی کو اپنا سمجھتا ہے حج بیت اللہ
سہارا دینا یتیموں کو اور غریبوں کو
ہزار بار کا کرنا ہے حج بیت اللہ
غریب جو ہیں مسلمان ان کا اے حامدؔ
نماز جمعہ میں آتا ہے حج بیت اللہ

حامد باقری بنگلور

حج بیت اللہ

بتاؤں کیسے تمہیں کیا ہے حج بیت اللہ
خلیل رب کی تمنا ہے حج بیت اللہ

کبھی کہا تھا جو لبیک روح نے اپنی
اسی صدا کا نتیجہ ہے حج بیت اللہ

خدا کے نور کا جلوہ ہے حج بیت اللہ
طواف خانۂ کعبہ ہے حج بیت اللہ

اُدھر یہ خانۂ معمور میں طوافِ ملک
زمیں پہ عرش کا نقشہ ہے حج بیت اللہ

کرم یہ خاص خدا کا ہے حج بیت اللہ
خلوص وعزم ، ارادہ ہے حج بیت اللہ

ہوا اسی کو ہے دیدارِ خانۂ کعبہ
کہ جس نصیب میں لکھا ہے حج بیت اللہ

نہیں ہے ایسا کوئی دل جو بیقرار نہیں
''ہر ایک دل کی تمنا ہے حج بیت اللہ''

خدا کے فضل سے حاصل ہو استطاعت تو
ادا کرو کہ فریضہ ہے حج بیت اللہ

نہیں ہے ایسی عبادت کوئی زمانے میں
کہ بے مثال ہے، یکتا ہے حج بیت اللہ

خلیل عہدِ امامت پہ ہوگئے فائز
عمل کا ان کے عطیہ ہے حج بیت اللہ

یہ رکن اور یہ اسود ، مقام ابراہیم
یہ سجدہ اور یہ بوسہ ہے حج بیت اللہ

سعیٔ ہاجرہ بی بی صفاء ومروہ میں
اسی عمل کا خلاصہ ہے حج بیت اللہ

منیٰ میں تینوں شیاطین پر رمی جمرات
بتوں کو دل سے مٹانا ہے حج بیت اللہ

منیٰ میں تازہ ہے تمثیل ذبحِ اسماعیل
وفاء وصبر کا جذبہ ہے حج بیت اللہ

ہمارا حج ہے طوافِ حرم مگر اختر
طواف شاہ مدینہ ہے حج بیت اللہ

اختر علوی بنگلور

حج بیت اللہ

ہر ایک دل کی تمنا ہے حج بیت اللہ
پر اپنا اپنا نصیبہ ہے حج بیت اللہ

خلیل کی وہ صدا کیا تھی تلبیہ کیا ہے
کبھی تو سوچ ذرا کیا ہے حج بیت اللہ

وہ ہاجرہ کی تڑپ پر عطائے خیر کثیر
اک اپنے خیر کا چشمہ ہے حج بیت اللہ

مظہر محی الدین، ہبلی

ساؤتھ انڈیا مرکزی انجمن شمع ادب کرناٹک

(ادارۂ ماشاء اللہ) کے زیر اہتمام

پہلا طرحی نعتیہ و انعامی مشاعرہ

منعقدہ 1997ء میں پڑھا گیا کلام

مصرعہ طرح

''مری نگاہِ عقیدت کا انتخاب ہیں آپؐ''

نعت

جہانِ کفر میں تحریکِ انقلاب ہیں آپؐ
کہ دینِ حق کی اشاعت میں کامیاب ہیں آپؐ

ہے جن کے نور کی کرنوں سے فیض یاب جہاں
وہ انبیاء ہیں ستارے تو ماہتاب ہیں آپؐ

حبیب کبریا، بارانِ رحم وجود و سخا
شفیعِ روزِ جزا، فیض کا سحاب ہیں آپؐ

رسول اور بھی بھیجے گئے ہدایت کو
مری نگاہ عقیدت کا انتخاب ہیں آپؐ

ہر اک نبی کو صحیفے دیئے گئے لیکن
ہیں آپ ختمِ رسل صاحبِ کتاب ہیں آپؐ

ہے رمز میم جو حائل احد میں احمد میں
میانِ خالق و مخلوق وہ حجاب ہیں آپؐ

بیاں ہوں مہرِ رسالت کی خوبیاں کیسے
میں ایک ذرہ ہوں آزاد آفتاب ہیں آپؐ

آزاد ساحری۔ بنگلور

نعت

تمام نبیوں میں واللہ لاجواب ہیں آپؐ
کہ بزم دہر میں رحمت کا اک سحاب ہیں آپؐ
جو علم غیب کے جلوؤں سے فیض یاب ہیں آپؐ
زمیں کے سینے پہ وحدت کا انقلاب ہیں آپؐ
نگاہِ خالقِ اکبر کا انتخاب ہیں آپؐ

زمانے بھر کو دیا حق کا آپ نے پیغام
کہ ذکر ہوتا ہے کون و مکاں میں ان کا مدام
خدا بھی پڑھتا ہے خود آپؐ پر درود وسلام
ہے سر بلند محمدؐ سے پرچمِ اسلام
زمانے بھر کے سوالوں کا ایک جواب ہیں آپؐ

رسول پاکؐ سے معراج میں خدا نے کہا
اے جانِ رحمتِ عالم میں آپ پر ہوں فدا
نہ تم ہو مجھ سے الگ اور میں نہ تم سے جدا
میں اور کیا کہوں میرے حبیب اس کے سوا
مری نگاہِ عقیدت کا انتخاب ہیں آپؐ

ہیں وجہ بخشش آدم ہیں ، وجہ کار جہاں
مرے رسول کا ثانی کوئی ہوا ہے کہاں
سبھی رسول ستارے ہیں اور کہکشاں
قرآں کی بات ہے اور میرے مصطفےٰؐ کی زباں
خدا کے نور کے جلوؤں کا ماہتاب ہیں آپ

ثناء اللہ چراغ بنگلور

نعت

مقامِ عبد میں لاریب لاجواب ہیں آپؐ
کہ بارگاہِ الٰہی میں باریاب ہیں آپؐ

اسی کتاب رسالت کا حرف آخر ہیں
کہ جس کتاب رسالت کا انتساب ہیں آپؐ

علوم غیب کی تصدیق بھی ضروری تھی
متاع مہر نبوت سے فیضیاب ہیں آپؐ

برائے امتِ عاصی شفیعِ روز جزا
ہمارے واسطے تسکینِ اضطراب ہیں آپؐ

ہلا کے رکھ دیا بنیادِ نعرۂ حق سے
جہانِ کفر و ضلالت میں انقلاب ہیں آپؐ

مری نظر میں یہ توہین ہے رسالت کی
اگر کہے کوئی مہتاب و آفتاب ہیں آپ

"مزہ ملا مجھے قرآن کی تلاوت کا"
مری نگاہِ عقیدت کا انتخاب ہیں آپؐ

ندا یہ غیب سے ہاتف نے دی اسد اعجازؔ
غلام ہو کے محمدؐ کے کامیاب ہیں آپ

اسد اعجاز بنگلور

نعت

جمالِ دیدۂ بینا کا انتخاب ہیں آپؐ
خدا حجاب ہے آئینہ حجاب ہیں آپؐ

دلیل مصرعہ ثانی ، حضورؐ نفس خیال
کتابِ خلق، مصنف وہ ، انتساب ہیں آپؐ

مہ و نجوم کہاں اپنے آپ روشن ہیں
جو انبیاء کا ہے مرکز وہ آفتاب ہیں آپؐ

نیا سراغ ، نئی جہت زندگی کو ملی
شعورِ ذات میں درپردہ انقلاب ہیں آپؐ

نگاہ شوق کہ رہتی ہے آپ پر مرکوز
زوال چھو نہ سکا جس کو وہ شباب ہیں آپؐ

میں اس نتیجہ پہ پہنچا ہوں جستجو کے بعد
سوال عالم کون و مکاں ، جواب ہیں آپؐ

نہ رکھی آپ نے کوئی بھی چیز پوشیدہ
جو چاہے دیکھ لے پڑھ کر کھلی کتاب ہیں آپ

منیر احمد جامی بنگلور

نعت

کرم کی رحم کی الطاف کی کتاب ہیں آپؐ
محبتوں سے بھرا معتبر نصاب ہیں آپؐ

خلوص و مہر و مروت کا ماہتاب ہیں آپؐ
حضور رحمت و راحت کا آفتاب ہیں آپؐ

زمانہ آج بھی کرتا ہے اکتساب ضیاء
اگرچہ دور نگاہوں سے محو خواب ہیں آپؐ

کہیں پہ آپ ہیں یٰسین، کہیں پہ ہیں طٰہٰ
جنہوں نے پایا ہے محبوب کا خطاب ہیں آپؐ

بنائے کون و مکاں مصطفیٰؐ ہے آپ کی ذات
ہے جس کے نام زمانہ کا انتساب ہیں آپؐ

کوئی جواب نہیں آپ کا خدا کی قسم
خدا کے بعد مراتب میں لا جواب ہیں آپؐ

ہے لاج افسؔر عاصی کی آپؐ کے ہاتھوں
بروزِ حشر شفاعت کا اصل باب ہیں آپؐ

ڈاکٹر اظہار افسر بنگلور

نعت

خدا کا نور ہیں اور جانِ الکتاب ہیں آپؐ
عروجِ نوعِ بشر کے لئے نصاب ہیں آپؐ

ہے آشکارا یہی کلمۂ شہادت سے
دلیلِ حق ہیں رسالت کے آفتاب ہیں آپؐ

وجود آپ کا آئینۂ جلال و جمال
قسم خدا کی خدائی کی آب و تاب ہیں آپؐ

نصیب کس کو ہے ایسا مقام اوج و شرف
فرازِ عرش پہ سرکار باریاب ہیں آپؐ

عطا کی فرش نشینوں کو عرش کی رفعت
کہ اہل حق کے لئے رفعتوں کا باب ہیں آپؐ

کہا ہے حق نے تمنا ہیں آپ نبیوں کی
مری نگاہِ عقیدت کا انتخاب ہیں آپؐ

سکون دل کا ، دلاسہ سسکتی روحوں کا
ہیں کون آپ سے یکتا و لا جواب ہیں آپؐ

عطا ہو جن کو بصیرت وہ پائیں گے محسنؔ
کہ بے بصرؔ کے لئے مستقل حجاب ہیں آپؐ

محسن چتلدرگی بنگلور

نعت

ازل سے ہی شہ بطحی سلیقہ یاب ہیں آپؐ
زیادہ از یہ جہاں عاقبت مآب ہیں آپؐ

کتابیں سب ہوئیں منسوخ جس کتاب کے بعد
اسی کے شاہِ ہدیٰ صاحبِ کتاب ہیں آپؐ

یہ کائنات کے ہادی کے ماسوا بھی شہا
شفیعِ روزِ جزا روزِ احتساب ہیں آپؐ

ہے دو جہاں میں جو بارانِ رحمتِ باری
وہی تو رحمتِ باری بکف سحاب ہیں آپؐ

کہوں تو کیسے ، کہے بن رہوں میں کیسے حضورؐ
نقاب میں ہے خدا اور بے نقاب ہیں آپؐ

علاوہ امت عاصی کو بخشوانے کے
قسیم و کوثر و تسنیم آں جناب ہیں آپؐ

مثال آپؐ کی نجمی بھلا کوئی کیا دے
ازل سے تابہ ابد اپنا خود جواب ہیں آپؐ

سلام نجمی بنگلور

نعت

کہوں یہ کیسے کہ انجم ہیں ماہتاب ہیں آپؐ
زوال جس کو نہیں ہے وہ آفتاب ہیں آپؐ

قبول کرلیں غلامی اگر محمدؐ کی
ہر اک محاذ پہ لاریب کامیاب ہیں آپؐ

زمانہ کچھ بھی کہے بارہا کہوں گا میں
مری نگاہِ عقیدت کا انتخاب ہیں آپؐ

لقب تو امی ہے لیکن اے رحمتِ عالمؐ
کتابِ خالقِ عالم کا انتساب ہیں آپؐ

دعائیں مانگی ہیں میں نے خدا سے بھی لیکن
مری نجات کا ذریعہ تو آنجناب ہیں آپؐ

مرا یقیں ہے مرا اعتماد وایماں ہے
اگر دعا مری صحرا ہے تو سحاب ہیں آپؐ

ہر ایک شعر نہ مقبول ہو خمارؔ کا کیوں
حضور جب کہ تخیل کی آب و تاب ہیں آپؐ

ریاض احمد خمارؔ

نعت

جہاں کے سارے سوالات کا جواب ہیں آپؐ
کتابِ آخری کے صاحبِ کتاب ہیں آپؐ

یہ قلعے کفر کے ڈھادے وہ سیلِ آب ہیں آپؐ
حضور ، حق و صداقت کا ماہتاب ہیں آپؐ

حضور رب کا مرے حسنِ انتخاب ہیں آپؐ
متاع، لفظ رسالت کا آنجناب ہیں آپؐ

شعور و فکر کی مشعل کی آب و تاب ہیں آپؐ
لقب ہے امی، مگر علم مستجاب ہیں آپؐ

خدا کے عرش کا ہنستا ہوا گلاب ہیں آپؐ
کبھی جو ختم نہ ہو پائے وہ شباب ہیں آپؐ

خلوص کہوں نعت تو یوں لگتا ہے
مری نگاہِ عقیدت کا انتخاب ہیں آپؐ

جہاں میں آپ سے ایماں کی روشنی پھیلی
بہ فیضِ سورہ والشمس آفتاب ہیں آپؐ

بزعم کہتی ہے دنیا ندیمؔ فاروقی
شعور آدمِ خاکی کا انقلاب ہیں آپؐ

ندیم فاروقی رام نگرم

ہندو اور سکھ نعت گو شعراء

شمیم طارق

ہندوستان کے نعت گو شعراء، عرب اور ایران کے نعت گو شعراء سے یوں مختلف ہیں کہ یہاں اکثر نے عقیدہ وعقیدت کی بے پناہ صداقت اور ہزار بار مشک وعنبر اور عطر وگلاب سے منہ دھونے کے بعد جو پاکیزہ نعتیں کہی ہیں ان میں ہندو دیومالائی تلمیحات واستعارات، مقامی وزمانی کیفیات واثرات اور ہندو بھگتی کی کیف پرور اصطلاحات کا خاصہ بڑا ذخیرہ محفوظ ہے۔

اسلامی تصوف اور ہندوستانی تخیل کا یہ خوبصورت سنگم صرف انہیں اشعار میں نہیں ہے جو اردو ہندی کی مختلف شیلیوں اور دور دراز کی دیہاتی بولیوں میں نظم کیے گئے، شیخ علی حزیں جیسے خالص فارسی شاعر نے بھی اپنی نعتوں میں بُت اور برہمن کے تذکرے سے مقامی رنگ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

مقامی وزمانی رنگ وآہنگ کے اضافے اور بھگتی رس کی فراوانی کے سبب اکثر نعت گو شعراء کے کلام میں عقیدہ وعقیدت کا توازن بگڑ گیا ہے۔ مگر انہیں شعراء میں ایسے عارفانِ حق اور صاحبانِ دل بھی ہوئے ہیں جنہوں نے جذب وبے خبری کے باوجود............''با محمدؐ ہوشیار'' کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے۔

صاحبِ سرشاہ محمد کاظم قلندرؒ نے سوز وگداز کی تب وتاب اور ہجر ووصال کے اُدلتے بدلتے احساسات کے باوجود برج بھاشا میں جو نعتیں کہی ہیں وہ کمالِ عشق کا نمونہ بھی ہیں اور کمالِ احتیاط وادب کا مظہر بھی!!

تیرو پاؤں جیہہ ٹھور پڑت ہے
کاہو کی بدھ نہیں جات بچاری
(جہاں تک آپؐ کے قدم پہنچ گئے وہاں تک تو کسی دوسرے کی عقل بھی نہیں جاتی)

ربے ہے تیرا تھپر پیارا
میں کا برنوں جیھ تو ہاری

(میں اپنی زبان سے آپ کی کیا تعریف کروں، میری زبان تو ہار گئی، آپ تو وہ ہیں جنہیں بنا کر، بنانے والا بھی عاشق ہو گیا)

یعنی ہندوستان میں ایک طرف تو وہ نعت گو شعراء تھے جنہوں نے مقامی، زمانی تخیل کی رعایت کی۔ مقامی زبانوں اور بولیوں میں نعتیں کہیں۔ عشقِ رسولؐ عربی کے شعری اظہار میں فنی، لسانی، تہذیبی سطح پر خالص ہندوستانی بنے رہے تاکہ عشقِ رسولؐ میں دھڑکنے والے ان کے دلوں کی دھڑکنوں کو ایک عام آدمی بھی نہ صرف سن سکے بلکہ اسی میں رنگ جائے۔ دوسری طرف وہ نعت گو تھے جو بظاہر رحمتِ عالمؐ پر ایمان تو نہیں لائے تھے۔ مگر وہ رحمت عالمؐ کے دامن رحمت کو اپنے لئے تنگ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ ایسے شعراء میں ہندو اور سکھ نعت گو شعراء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

فکر کی طہارت اور جذبات کی صداقت میں یہ شعراء کسی طرح بھی مسلم نعت گو شعراء سے کم نہیں۔ بلا کی عاشقانہ شیفتگی اور والہانہ عقیدت ہے ان کے نعتیہ اشعار میں۔

چاند سورج کو کوئی ہاتھوں پہ مرے لادے
کونین کی دولت مرے دامن میں چھپادے
پر کالکا پرشاد سے پوچھے کہ تو کیا لے
تو نعلینِ محمدؐ کو وہ آنکھوں سے لگالے

(کالکا پرشاد)

کیا شان ہے جنابِ رسالت مآب کی
نظریں جھکی ہوئی ہیں مہ و آفتاب کی

(پنڈت رام پرشاد اکملؔ جالندھری)

جی چاہتا ہے کوچۂ انور میں چلوں
اپنے رسولِ پاکؐ کی سرکار میں چلوں

(پنڈت ہری کشور شرما نظرؔ)

عرش ملسانی کے نعتیہ مجموعہ آہنگِ حجاز کے پیش لفظ میں مولانا عبدالماجد دریابادی رقم طراز ہیں:

''مسلموں اور غیر مسلموں کو ملا کر جو مختصر فہرست منتخب نعت گو شعراء کی تیار کی جائے گی، یقین ہے کہ ذوقِ سلیم اس میں بھی ایک جگہ ان کیلئے (عرش

کے لئے) مخصوص رکھے گا''۔

غیر مسلم شعراء کے لئے یہ اعزاز اور ان کی نعتیہ کاوشوں کے لئے یہ احترام کیا کم ہے کہ ایک مستند ادیب و زباں داں ، عالم باعمل اور مفسر قرآن کے ذہن میں '' منتخب نعت گو شعراء کی مختصر فہرست'' کا جو تصور ابھرا وہ صرف مسلم شعراء پر مشتمل نہ تھا۔ اس میں غیر مسلم نعت گو شعراء بھی شامل تھے۔

ہندوؤں اور سکھوں نے سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں جن محبت افروز جذبات اور عاشقانہ کیفیات کو لباس شعر عطا کیا ہے اگر ان کے ساتھ نام کی تصریح نہ ہو تو یہ یقین کرنا مشکل ہو جائے کہ وہ مسلم کی نہیں ، غیر مسلم کی طہارتِ فکر اور جوشِ عقیدت کا نتیجہ ہیں۔

بعض کے کلام میں کوثر و تسنیم میں ڈھلی زبان کی ساری خوبیوں کی فنی شعری محاسن کے ساتھ محسوسات کی شدت ، تاریخ کی ورق گردانی ، اسلامی معتقدات کی فکری لہروں کی بھرپور روانی اور سیرتِ رسول اکرمؐ کے بیشتر گوشوں سے کماحقہ واقفیت کی جھلک ملتی ہے۔

یہ وہ ہندو اور سکھ شعراء ہیں جنہوں نے نہ صرف یہ کہ نبی برحق ، رحمتِ عالمؐ سے اپنے انتہائی خلوص و محبت کا والہانہ اظہار کیا بلکہ محسنِ انسانیت کے دامنِ رحمت سے مکمل وابستگی کو ہی انسانی زندگی کی معراج مانی اور اسی میں پناہ ڈھونڈی ہے۔

ان کے کلام کا سوز و گداز ، رقت اور خود سپردگی سے ثابت ہے کہ ان کی نعت گوئی شاعرانہ کمال یا فنی مہارت کے سبب نہیں بلکہ یہی ان کے دل کی لگی اور طبع شاعرانہ کی فطری جولانگاہ ہے

یہ دل کی لگی کا ہی اثر تھا کہ مہاراجہ سرکش پرشاد شاد کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ مدینۃ الرسولؐ کے کتب خانے کی دیوار پر آپ کا نعتیہ کلام آویزاں ہوا (اور شاید اب بھی ہے) جو مسجد نبویؐ کے بالکل متصل شیخ الاسلام عارف حکمت ہے ، نے قائم کیا تھا۔

چودھری دلو رام کوثری نے زبان و بیان میں ہنر مندیاں دکھانے کے ساتھ ایک غیر منقوط نعتیہ دیوان بھی موزوں کیا یعنی ایسا دیوان جس میں شامل کسی بھی نعت کے کسی بھی لفظ میں کوئی بھی نقطہ والا حرف نہیں تھا۔

غیر منقوط نعت کہنے اور دیوان مرتب کرنے میں دشواریاں بھی آئیں لیکن وہ عقیدت ہی کیا جو دقتوں اور دشواریوں سے مغلوب ہو جائے !! سب سے بڑی مشکل تو یہی تھی کہ شاعر کے تخلص کوثری میں حرف منقوط بھی تھا۔ انہوں نے اس مشکل کا حل یہ ڈھونڈا کہ ایسا تخلص ہی تج دیا اور

ذاتی نام دلّو رام جس کا ہر حرف غیر منقوط تھا، تخلص کے بطور مقطع میں نظم کیا۔
سیرتِ رسولؐ اکرم کو نظم کے قالب میں ڈھالنے والے پہلے شاعر بچھمی نرائن شفیق تھے، جنہوں نے معراج نامہ بھی کہا ہے۔ غیر مسلم شعراء کی بڑی تعداد نے نعتِ رسولؐ میں جو کچھ بھی نظم کیا ہے رسمأ نہیں بلکہ عقیدتاً نظم کیا ہے۔
مسدس، مثنوی، قطعہ، رباعی اور نظم وغیرہ اصناف سخن میں حیاتِ نبویؐ کے مختلف واقعات، کردار اور عمل کے مختلف پہلوؤں اور اوصافِ حمیدہ کے مختلف گوشوں کو بیان کیا گیا ہے۔ بعض اشعار میں دعائیہ انداز اپنایا گیا ہے اور بعض میں خود مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانے کی سعی ہے۔
ان کے ہاں بھی نعتیہ شاعری کے وہ تمام محاسن پورے طور پر موجود ہیں۔ اکثر والہانہ خود سپردگی کا انداز پیدا ہو جاتا ہے۔
باطنی کیفیات نے ان کے کلام کو روح کی تازگی کا سامان بنا دیا ہے، پُر مغز و پُر اثر اور پُر خلوص، دلآویزیوں سے مالا مال ہندو سکھ شعراء کے سینکڑوں میں اشعار مثال کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔

تکمیلِ معرفت ہے محبت رسولؐ کی
ہے بندگی خدا کی اطاعت رسولؐ کی

انسانیت محبت باہم، تمیز عقل
جو چیز بھی ہے سب ہے عنایت رسولؐ کی

جب کبھی جاتے ہیں مل کر سوئے طیبہ خوش نصیب
کارواں کے ساتھ گرد کارواں ہوتا ہوں میں

(کنور مہندر سنگھ بیدی سحر)

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں

پُر خلوص، دلآویزیوں سے مالا مال ہندو۔ سکھ شعراء کے سینکڑوں اشعار مثال کے طور پر پیش

کیے جا سکتے ہیں۔

میں اگر خاک نشینِ درِ احمد ہوں گا
رفعتِ عرش کی ہمسر مری پستی ہوگی

جیتے جی روضۂ اقدس کو نہ آنکھوں دیکھا
روح جنت میں بھی ہوگی تو ترستی ہوگی

ساقی اگر چہ جامۂ ہند است برتنم
خاکم مگر نے یثرب و کوئے محمدؐ است

منشی شنکر لال ساقی

حمید و احمد و محمود تم ہو یا رسول اللہ
سعید و اسعد و مسعود تم ہو یا رسول اللہ
ہر آن و زماں موجود تم ہو یا رسول اللہ
دل و جاں کے مرے مقصود تم ہو یا رسول اللہ
نہ باشد غیر تو دیگر پناہم یا رسول اللہ
بکن لطفِ و کرم بر اشک و آہم یا رسول اللہ

راجہ مکھن لال مکھن

سیہ کاروں کو کیا دھڑکا گنہگاروں کیا کھٹکا
شفیع المذنبیں تم رحمۃ للعالمین تم ہو

خدا پر جان دیتے ہیں ہزاروں عاشقانِ حق
مگر جس پر خدا جاں دے وہ محبوب حسیں تم ہو

پنڈت ہربنس لال مجرم وسوہہ

قیامت سے مجھ کو ڈراتا ہے ناصح
پتا ہے کہ میں ہوں غلامِ محمدؐ

سرجیت سنگھ ناشاد

کیا اس سے سوا ہو مری بیدار یقینی
میں شعر کہوں وہ بھی بعنوانِ محمدؐ

ستیش چندر سکسینہ طالب دہلوی

ندا دم بہ دم از سرِ عرش اعظم
سلامٌ علیکم نبیٌ مکرم

رگھوناتھ خطیب سرحدی

باعثِ فخر ہے عرفانِ عقیدت میری
جذبۂ دل میں مرے عظمت سرکار تو ہے
غم نہیں راحتِ دنیا جو میسر نہ ہوئی
زندگی تیرے تصور سے سکوں بار تو ہے

میرے جذبات میں ہے نعتِ رسولِ عربی
ریب آہنگ نہیں ، ساز میں جھنکار تو ہے

ماتا پرساد زیب بریلوی

کافر نہ کہو شاد کو ، ہے عارف وصوفی
شیدائے محمدؐ ہے وہ شیدائے مدینہ

مہاراجہ سرکشن پرساد شادؔ

کبھی عشقِ پیمبر میں نہیں شرطِ مسلماں
ہے کوثری ہندو بھی طلبگار محمدؐ

دلورام کوثریؔ

سلام اس ذاتِ اقدس پر سلام اس فخرِ دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر
بڑے چھوٹے میں جس نے اک اُخوت کی بنا ڈالی
زمانے سے تمیز بندہ و آقا مٹا ڈالی

جگن ناتھ آزادؔ

ہندو ہوں بہت دور ہوں اسلام سے لیکن
مجھ کو بھی محمدؐ کی شفاعت پہ یقیں ہے

برج ناتھ پرساد مخمورؔ لکھنوی

دل محو ہے ہمارا مدینے کی سیر میں
گھر بیٹھے ہورہی ہے زیارت رسولؐ کی

رامیشور ناتھ عیشؔ الہ آبادی

واسطے آپؐ کے جھیلوں تو ستم بھی اچھا
عشق بھی آپ کے آئے تو بلا بھی اچھی

سامنے سیرتِ نبویؐ کے کوئی کیا ٹھہرے
نیک مقبول خوش اسلوب انوکھی اچھی

نعت کے بدلے رضا آج سنائی جو غزل
واقعی یہ ہمیں میلاد میں سوجھی اچھی

کالیداس گپتا رضاؔ

میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی آپؐ کے معجزات و امتیازات میں ہی ہے کہ آپ کی مدح و توصیف اور نعت و منقبت کرنے والوں میں صرف وہی نہیں جو آپؐ پر ایمان لائے اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے بلکہ ہر دور میں بے شمار غیر مسلم افراد بھی آپؐ کے ساتھ اظہارِ عقیدت و محبت کرتے رہے، منقبت کے شعر کہتے رہے۔

رحمت عالم کی سیرت کا مطالعہ کسی بھی غیر متعصب روشن نظر اور انصاف پسند شخص کی کایا پلٹ کے لئے کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی حوالے کے بغیر بھی انسانیت کی دائمی فلاح کی کاوش کرنے والوں میں آپ کا نام نامی سرفہرست لکھا اور تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔

ہندو، سکھ نعت گو شعراء میں خاصا بڑا گروہ ایسا ہے جو آپ کو نبی برحق ہی نہیں آخری نبی بھی تسلیم کرتا ہے اور دیدہ و دل قربان کرتا ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار میں آپؐ کے اسوۂ حسنہ اور اوصاف حمیدہ کو بھی بالکل مسلمانوں کی طرح انتہائی بلیغ انداز میں پیش کیا اور عظمتِ نام محمدؐ کے انکار کو باقاعدہ کفر کہا گیا ہے۔

اور ایک دوسرا گروہ ان شعراء کا ہے جن کے نزدیک، صفات انسان کا کامل ترین نمونہ، حضورؐ کی ذاتِ اقدس ہے۔ آپؐ ساری انسانیت کے لئے ہیں، آپ کو مسلمانوں تک محدود رکھنا نامناسب ہے۔

پہلے گروہ کا مطمح نظر، عقیدت مندانہ ہے، دوسرے کا تفکر لئے ہوئے جہاں دونوں مل گئے ہیں، ہندو سکھ شعراء کی نعتیہ شاعری کی معراج ہوگئی ہے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم دو جہاں کے لئے رحمت ہی رحمت ہیں اور پیکرِ رحمت کے حضور اظہار عقیدت و محبت میں یہ شعراء عقیدت و محبت کے امتیاز کے قائل نہیں۔ بعض نے تو مسلمانوں پر "مشفقانہ چوٹ" بھی کردی ہے۔

عشق ہوجائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں

(کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ)

منم اے شوق بیگانہ ز اسلام
مگر کفر اس انکار محمدؐ

(بابو رگھونندی کشور شوقؔ رامپوری)

کررہے ہیں ان کی عظمت کے سبب
برہمن بھی احترام مصطفےٰؐ

(کرشن موہن)

محمدؐ ایک فرقے کے نہیں ہیں
محمدؐ سب کے ہیں اور بالیقیں ہیں
ادب لائے نہ کیوں ایمان ان پر
محمدؐ رحمۃ للعالمین ہیں

(کنور سورج نرائن سنہا، ادبؔ سیتاپوری)

از خاک عرب تا بہ عجم مانتے ہیں
ہاں صاحب الطاف و کرم مانتے ہیں
ہم دید نشیں بھی ہیں ترے مداح
رہبر جو تجھے اہل حرم مانتے ہیں

(ستیہ پال اخترؔ رضوانی)

اور یہی نہیں غیر مسلم شعراء نے روح کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ کے مختلف

پہلوؤں کو انسانی عظمت کا بہترین شاہکار مانا ہے اور مذہب وعقیدہ کے امتیازات سے بلند تر جانا ہے بلکہ ان کے داخلی جذبات اور باطنی کیفیات نے انہیں کسی اور ہی عالم میں پہنچا دیا ہے۔

دلّو رام کوثری کو ان کی نعتیہ شاعری اور عشقِ رسولؐ کے سبب ہی ایک بزرگ نے ''حسان الہند'' کا خطاب دیا تھا۔ کوثری نے اپنی ایک نظم میں مغفرت کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ رحمت للعالمین کی بارگاہ میں نوازے جانے اور بخش دیئے جانے کا تعین کئی دوسرے شعراء کے یہاں بھی ملتا ہے۔ دلو رام کوثری کی ایک بڑی خوبصورت اور تاثراتی نظم ہے جس میں شاعر کا ایقان بھی جھلکتا ہے عرفان بھی۔

محشر میں دی فرشتوں نے داور کو یہ خبر
ہندو ہے ایک احمد مرسلؐ کا مدح گر
ہے بت پرست اگر چہ وہ لیکن ہے نعت گو
احمدؐ کی نعت لکھتا ہے دنیا میں بیشتر
ہے نام دلّو رام تخلص ہے کوثریؔ
لے جائیں اس کو خلد میں یا جانبِ سقر
سنتے ہی یہ ملائکہ سے اک انوکھی بات
فرمایا ذوالجلال نے جنت ہے اس کا گھر
اللہ اکبر احمد مرسلؐ کا یہ لحاظ
کی حق نے لطف کی سگِ دنیا پہ بھی نظر

خواجہ حسن ثانی کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ مہاراجہ سرکشن پرساد شاؔد جن کے نعتیہ کلام میں عرفان ووجدان کی ایک دنیا آباد ہے۔ اور جنہیں اپنے عارف وصوفی ہونے پر بھی بڑا اصرار تھا۔

کافر نہ کہو شاد کو ہے عارف وصوفی
شیدائے محمدؐ ہے وہ شیدائے مدینہ

صوفیا کا گروہ اس کی تاویل یہ پیش کرتا ہے کہ دایاں ہاتھ جو چتا میں نہیں جلا تھا، اصل میں وہی ہاتھ تھا جو مرید ہونے کے لئے پیر کے دستِ حق پرست کی طرف بڑھایا گیا تھا۔

حقیقت جو بھی ہو، شاد کے کلام میں سرکار دوعالمؐ سے بے پناہ محبت، جذب وشوق کے ساتھ موجود ہے۔ قدرت نے شاد کی طبیعت میں سوز وگداز کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا اور یہی سبب

ہے کہ آپ کے سارے کلام میں بلا کی اثر آفرینی اور عرفان ٹپکتا ہے۔

شاد اور ان جیسے دوسرے نعت گو شعراء آپ کی ذات اقدس اور سیرت مبارکہ کے حوالے سے قرآن سے استفادہ کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کے لئے بھی رسولِ اکرم کی ذات شناسی، خدا شناسی کا زینہ بن گئی ہے۔

عقیدۂ توحید میں ڈوب کر ہی تو کہے ہیں مخمور جالندھری نے یہ نعتیہ اشعار:

دی تو نے کفر زار میں توحید کی اذاں
بدلا ہے تو نے رنگ جہانِ خراب کا
وحدت کا ایک مغنی آتش نوا ہے تو
ہر نغمہ کفر سوز ہے تیرے رباب کا
کونین کو کمالِ تجلی عطا کیا
قائل ہوں تیرے جلوۂ آئینہ تاب کا

انور بے شمار معدود نہیں
رحمت کی شاہراہ مسدود نہیں
معلوم ہے کچھ تم کو محمدؐ کا مقام
وہ امتِ اسلام میں محدود نہیں

رگھوپتی سہائے گورکھپوری

اور جہاں تک..... ''با محمدؐ ہوشیار'' یعنی بارگاہ محمدیؐ میں سراپا ادب بن جانے کا حکم ہے، اس میں بھی ہندو شعراء نے پوری سعادت مندی کا ثبوت دیا ہے۔ جیسا کہ کمال ادب کا نمونہ ہے۔

ٹھاکر رتن سنگھ کلیم کرتار پوری کی یہ نعت:

عقل ادب سرشت کو کچھ سوجھتا نہیں
اے عشق توٗ بتا کہ محمدؐ کو کیا کہو

''بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''
امیدوارِ لطف ہوں میں اور کیا کہوں

آخر کلیم شافع محشر کے سامنے
میں اپنے منہ سے داورِ محشر سے کیا کہوں

نعت گوئی کے مشکل ترین فن میں یہ ہندو شعراء نہ صرف کامیاب ہوئے اپنے ,فکروفن کے گہرے نقوش چھوڑے اورذکررسول اکرمؐ سے روح میں اجالا کیا بلکہ بعض انتہائی خوبصورت تخیل ، نادر انداز بیان بھی چھوڑ گئے۔ چشم تصور سے دیکھئے تو سہی پنڈت ہری کشور شر ما نظرؔ اس شعر میں کس مقام پر نظر آتے ہیں۔

نعلین پاک آپؐ کا پالوں جو اے نظرؔ
سر پر رکھوں اور سایۂ دیوار میں چلوں

ہندو شعراء کے کلام میں نبوت اور الوہیت کے فرق کو برقرار نہ رکھنے کی غلطی ،.......... جس کے مرتکب ہو کر اکثر مسلم نعت گو شعراء

وہی جو مستویٔ عرش رہا خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفٰیؐ ہو کر

کہنے کی غلطی کر بیٹھے ہیں، جبکہ ہندو شعراء کے کلام میں شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی ہے۔ مسلم شعراء کی ہندی نعتوں میں اس قسم کی غلطیاں اکثر ملتی ہیں۔ خصوصاً جہاں حضور کے لئے" پرتھوی کے پالن ہار، من موہن، بالم گوسائیں، سوامی پیا اور اوتار جیسے لفظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مسلم نعت گو شعراء کبھی ہندی کی شاعرانہ روایت کی پابندی کی خاطر ,کبھی صوفیانہ عقیدت سے مغلوب ہو کر، حضورؐ کے مقام بلند کا اکثر لحاظ نہیں رکھ پاتے ہیں۔ لیکن ہندو شعراء نے اگر وہ واقعی قابل ذکر شعراء میں شامل ہیں تو اس قسم کی غلطیاں نہیں کی ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کہا ہے پڑھنے، سمجھنے، پوچھ گچھ کرنے اور پھر قلب کی اعانت کے بعد کہا ہے۔ محض نعتیہ شاعری کی روایت کی پابندیوں کے لئے کم ہی ہندو شعراء نے نعتیہ اشعار کہے ہوں گے۔

لالہ لچھمی نرائن سخاؔ کے یہ اشعار نعت گوئی میں ادب اور احتیاط کا خوبصورت نمونہ ہیں:

کلام حق ہو تفسیراً حدیثِ پاک توضیحاً
یہ بزم وصفِ احمدؐ رات بھر یوں ہو تو بہتر ہے

کبھی ہو یاد کا کل اور کبھی یاد رخِ احمدؐ
بسر عشاق کی شام و سحر یوں ہو تو بہتر ہے

خدا کی بندگی یہ ہے کہ اول عشق احمدؐ ہو
خدا کا عشق کیا کہنا مگر یوں ہو تو بہتر ہے

ہندو سکھ شعراء کی نعت گوئی پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور بہت کچھ لکھا جائے گا۔ دور حاضر کے شعراء میں کنور مہندر سنگھ بیدی سحر، کالی داس گپتا رضا، نور لکھنوی گنیش بہاری طرز، چندر پرکاش، جوہر بجنوری وغیرہ ابھی نعتیں کہہ رہے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ خوب کہہ رہے ہیں۔

گنیش بہاری طرز نے ''الرسول القائد'' کے جشنِ اجراء میں جو نعت پڑھی تھی، اس سے سماں بندھ گیا تھا۔ ممبئی والے اب بھی اس عقیدت کے رنگ و بو سے منور، معطر ہو رہے ہیں۔ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ غیر مسلم نعت گو شعراء کے متعلق مولانا سعید احمد اکبر آبادی جو لکھ گئے ہیں وہ تحسین وخراج بھی ہے، تاریخی تجزیہ بھی۔

آپؐ رحمت للعالمین بن کر تشریف لائے ہیں۔ اس حیثیت سے آپؐ نے عالم انسانیت پر جو عظیم احسانات کئے ہیں کوئی شخص بھی۔ بشرطیکہ عناد و تعصب نے اس کی آنکھوں کو خیرہ نہ کر دیا ہو، آپؐ کا منکر نہیں ہو سکتا۔

ان احسانات اور ذاتی اوصاف و کمالات نے حضورؐ کی شخصیت کو اس درجہ دلکش اور محبوب بنا دیا ہے کہ کسی شخص پر اس شخصیت کی ادنیٰ جھلک بھی پڑ جاتی ہے اور طبیعت کی سلامتی اس کی رفیق ہو جاتی ہے تو اس کے دل و دماغ بے اختیارانہ طور پر جذبہ سے لبریز ہو جاتے ہیں اور اگر وہ شاعر بھی ہوتا ہے تو یہی جذبات منظوم مدح کا جسے اصطلاح میں نعت کہتے ہیں کا روپ دھار کر زبان وقلم سے تراوش پانے لگتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ نیک دل ہندو حضرات نے بھی حضورؐ کی شان میں کثرت سے نعتیں لکھی ہیں اور جس طرح مسلمانوں میں حضرت محسن کاکوروی اور مضطر خیر آبادی کی نعت گوئی میں خاص شہرت رکھتے ہیں، اسی طرح ہندوؤں اور سکھوں میں بھی بعض خاص شاعر ہیں جو اس وصف میں کمال رکھتے ہیں۔

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا درِ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

پنڈت ہری چند اختر

پھیلا افق پہ نور رسالت مآب کا
ہیبت سے منہ اترنے لگا آفتاب کا

کونین کو کمالِ تجلی عطا کیا
قائل ہوں تیرے جلوۂ آئینہ تاب کا

ہے وادئ حجاب میں ذروں کو اضطراب
پھر منتظر ہے وقت کسی انقلاب کا

(سردار گربخش سنگھ مخمور جالندھری)

پرتو حسن ذات آئے تھے
پیکر التفات آئے تھے
کذب اور کفر کے مٹانے کو
سرورِ کائنات آئے تھے

(پنڈت آنند موہن زتشی گلزار دہلوی)

آتے ہیں نبیؐ جاتے ہیں نبی بستر پہ شکن پڑتی ہی نہیں
کٹ جاتی ہے جب معراج کی شب عالم میں سویرا ہوتا ہے
یہ ربط نبوت اور وحدت ہر حال میں یکساں ہوتا ہے
جھکتی ہے جبیں کعبہ کی طرف اور دل میں مدینہ ہوتا ہے

(کرشن بہاری نور لکھنوی)

آپؐ تکمیل مساوات امین و صادق
آپؐ ہیں افضل الانسان رسولِ اکرمؐ
آپؐ کے ماننے والوں میں ضروری تو نہیں
صرف شامل ہوں مسلمان رسولِ اکرمؐ

(رویندر جین، میوزک ڈائرکٹر)

اللہ رے عروجِ شبستانِ محمدؐ
ہے عرشِ بریں زینۂ ایوانِ محمدؐ

لو مل ہی گیا حشر میں بخشش کا سہارا
ہاتھ آ ہی گیا گوشۂ دامانِ محمدؐ

ہے ذاتِ نبیؐ باعثِ تکوین دو عالم
کونین کی ہر شئے پہ ہے احسانِ محمدؐ

کونین ہے ایک کوچۂ محبوب دو عالم
فردوس ہے اک گوشۂ دامانِ محمدؐ

ہر ایک کا حصہ نہیں نعت نبی جوہؔر
اللہ جسے بخش دے عرفانِ محمدؐ

(چندر پرکاش جوہؔر بجنوری)

ہے عرش پہ قوسین کی جا، جائے محمدؐ
رشکِ ید بیضا ہے کفِ پائے محمدؐ

والشمس تھا رخسار تو واللیل تھیں زلفیں
اک نور کا سورہ سراپائے محمدؐ

عیسیٰ سے ہے بڑھ کر لب گویائے محمدؐ
یوسف سے ہے بڑھ کر رخِ زیبائے محمدؐ

عصیاں سے بَری ہو کے قیامت میں اٹھے گا
بے شک ہے بہشتی جو ہے شیدائے محمدؐ

(جانؔ رابرٹ جانؔ)

ہفتہ وار اردو بلٹز ممبئی سنیچر 6 رمئی 1989 سے ماخوذ

نعت

گنیش بہاری طرزؔ لکھنوی

(الرسول القائد، کے جشنِ اجرا میں پڑھی گئی)

خلوص و جذبِ دل نذرِ عقیدت لے کے آئے ہیں
گنہ گارِ محبت ہیں محبت لے کے آئے ہیں
درِ رحمت پہ حاضر ہیں تمہارے چاہنے والے
بڑی حسرت سے امیدِ شفاعت لے کے آئے ہیں
یہی بس چند آنسو ہیں یہی بس چند آہیں ہیں
ملی ہے جو زمانے سے وہ دولت لے کے آئے ہیں
مجھے بھی صبر کی طاقت عطا ہو یا رسول اللہؐ
سنا ہے آپ دکھیوں کی ضمانت لے کے آئے ہیں
پڑھو اب طرزؔ وہ مطلع کہ جس سے روشنی پھیلے
محبت وہ بھی کر بیٹھیں جو نفرت لے کے آئے ہیں
ہے جس پر ناز عالم کو وہ رحمت لے کے آئے ہیں
محمدؐ حق سے اقرار شفاعت لے کے آئے ہیں
لباسِ فقر ہے تن پر مگر قدموں میں ہے شاہی
نرالے ڈھنگ کی شانِ حکومت لے کے آئے ہیں
ہزاروں کی پرستش محو کردی ایک سجدے میں
عجب انداز کی طرزِ عبادت لے کے آئے ہیں
اُجالا حشر تک اس کے سوا کوئی نہ پھیلے گا
محمدؐ آخری شمعِ نبوت لے کے آئے ہیں
محمدؐ سے محبت کیوں نہ ہو اے طرزؔ تجھ کو بھی
وہ سب کے واسطے دستِ شفاعت لے کے آئے ہیں

نغمۂ محمدیؐ

ولفگا نگ گوئٹے　　　　منظوم ترجمہ : شان الحق حقی

یہ نظم Song of Mohammed شہرۂ آفاق جرمن شاعر اور مفکر ولفگا نگ گوئٹے کی ہے جس میں فنی، لسانی خوبیوں کے ساتھ احساسات و افکار کی پاکیزگی اور صداقت بھی ہے۔ پاکستانی شاعر شان الحق حقی نے بھی اس نظم کے منظوم ترجمہ میں اپنی بہترین صلاحیتوں کا ثبوت دیا ہے۔)

وہ پاکیزہ چشمہ
جو اوج فلک سے چٹانوں پہ اترا
درخشاں ستارے کی تھی جوت جس کے بدن میں
سحابوں سے اوپر بلند آسماں میں پُر افشاں ملائک
کی چشم نگہدار کے سائے سائے
چٹانوں کی آغوش میں عہد برنائی تک جوئے جولاں بنا
چٹانوں سے نیچے اترتے اترتے
وہ کتنے رنگا رنگ انگھڑ حزف ریزے
دامانِ شفقت میں اپنے سمیٹے
بہت سے سسکتے ہوئے رینگتے، سست، کم مایہ سوتوں کو
چونکاتا للکارتا ساتھ لیتا ہوا خوش خراماں چلا
بے نمو وادیاں جاگ اٹھیں، لہلہانے لگیں
جس طرف اس کا رخ پھر گیا
اس کے فیض قدم سے بہار آ گئی
اس کے آگے ابھی اور صحرا بھی تھے
خشک نہریں بھی تھیں اترے دریا بھی تھے

سب اسی سیلِ جاں بخش کے منتظر
جوق در جوق پاس اس کے آنے لگے
شور آمد کا اس کی اٹھانے لگے

راہبر ساتھ ہم کو بھی لیتے چلو
کب سے تھیں بستیاں ہم کو جکڑے ہوئے
راہ روکے ہوئے پاؤں پکڑے ہوئے
یاد آتا ہے مسکن پرانا ہمیں
آسمانوں کی جانب ہے جانا ہمیں
گرد آلود ہیں پاک کر دے ہمیں
آ ہم آغوشِ افلاک کر دے ہمیں

وہ رواں ہے، دواں ہے، رواں اب بھی ہے
ساتھ ساتھ اس کے اک کارواں اب بھی ہے
شہر آتے رہے شہر جاتے رہے
اس کے دم سے سبھی فیض پاتے رہے

اس کے ہر موڑ پر ایک دنیا نئی
ہر قدم پر طلوع ایک فردا نئی
قصر ابھرا کئے خواب ہوتے گئے
شاہ اور شاہیاں خواب ہوتی گئیں
عظمتیں کتنی نایاب ہوتی گئیں
ہے وہ رحمت کا دھارا مسلسل رواں
از فلک تا زمیں
از ازل تا ابد جاوداں، بے کراں
دست و در گلشن و گل سے بے واسطہ
فیض یاب اُس سے کل
اور خود کل سے بے واسطہ

اسوۂ حسنہ......ایک جامع لفظی تصویر

پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ پیٹ باہر نکلا ہوا، نہ سر کے بال گرے ہوئے، زیبا، صاحبِ جمال، آنکھیں سیاہ وفراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرگین چشم، باریک وپیوستہ ابرو، سیاہ گھنگھریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دلبستگی لئے ہوئے، دور سے دیکھنے میں زیبندہ ودل فریب، قریب سے نہایت شیریں وکمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی وبیشی الفاظ سے معریٰ، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہی نظر سے حقیر نظر نہیں آتے، نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی، زیبندہ نہال کی تازہ شاخ، زیبندہ منظر والا قد، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد وپیش رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں۔ جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں، مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو۔ (زاد المعاد، جلد اول، ص: ۳۰۷)

لباس

آدمی کی شخصیت کا واضح اظہار اس کے لباس سے بھی ہوتا ہے۔ اس کی وضع قطع، قصر وطول، رنگت، معیار، صفائی اور ایسے ہی مختلف پہلو بتا دیتے ہیں کہ کسی لباس میں ملبوس شخصیت کس ذہن وکردار سے آراستہ ہے۔ نبی کریمؐ کے لباس کے بارے میں حضورؐ کے رفقاء نے جو معلومات دی ہیں وہ بڑی حد تک حضورؐ کے ذوق کو نمایاں کردیتی ہیں۔ حضورؐ نے لباس کے معاملے میں درحقیقت اس آیت کی عملی شرح پیش فرمائی ہے۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ (اعراف ۲۶)	اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے ستر ڈھانکنے والا اور تمہیں زینت دینے والا لباس تمہارے لئے مقرر کیا ہے اور لباس تقویٰ بہترین ہے

دوسرا پہلو لباس کا ''سَرَابِیْلَ تَقِیْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِیْلَ تَقِیْكُمْ بَاْسَكُمْ. (تمہیں گرمی سے بچانے اور جنگ سے محفوظ رکھنے کے لئے قمیص اور زرہیں فراہم کیں۔ النحل) کے الفاظ میں

بیان ہوا ہے۔

حضورؐ کا لباس ساتر تھا۔ زینت بخش تھا اور بایں ہمہ لباسِ تقویٰ تھا۔ اس میں ضرورت کا بھی لحاظ تھا۔ وہ چند کڑے اخلاقی اصولوں کی پابندی کا مظہر بھی اور ذوقِ سلیم کا ترجمان بھی۔ حضورؐ کو کبر و ریا سے بُعد تھا اور ٹھاٹھ باٹھ سے رہنا ناپسند تھا۔

کرتا (قمیص) بہت پسند تھا۔ کرتے کی آستین نہ تنگ رکھتے نہ زیادہ کھلی، درمیانی ساخت پسند تھی۔ آستین کلائی اور ہاتھ کے جوڑ تک پہنچی۔ سفر (خصوصاً جہاد) کے لئے جو کرتا پہنتے اس کے دامن اور آستین کا طول ذرا کم ہوتا۔ قمیص کا گریبان سینے پر ہوتا جسے کبھی کبھار (موسمی تقاضے) کھلا بھی رکھتے اور اسی حالت میں نماز پڑھتے، کرتا پہنتے ہوئے پہلے سیدھا ہاتھ ڈالتے پھر الٹا۔ رفیقوں کو اسی کی تعلیم دیتے۔ (داہنے ہاتھ کی فوقیت اور اچھے کاموں کے لئے داہنے ہاتھ کا استعمال حضورؐ کی سکھائی ہوئی اسلامی ثقافت کا ایک اہم عنصر ہے۔)

عمر بھر تہ بند (لنگی) استعمال فرمایا جسے ناف سے ذرا نیچے باندھتے اور نصف ساق تک (ٹخنوں سے ذرا اونچا) سامنے کا حصہ قدرے زیادہ جھکا رہتا۔

سر پر عمامہ باندھنا پسندِ خاص تھا۔ نہ بہت بھاری ہوتا تھا نہ چھوٹا۔ ایک روایت کے لحاظ سے سات گز لمبائی ہوتی تھی۔ عمامہ کا شملہ بالشت بھر ضرور چھوڑتے۔ جو پیچھے کی جانب دونوں شانوں کے درمیان رہتا۔ آخری پلو پیچھے کے رخ اُڑس لیتے۔ تمازتِ آفتاب سے بچنے کے لئے شملہ کو پھیلا کر سر پر ڈال لیتے۔ اسی طرح موسمی حالات تقاضا کرتے تو آخری بل تھوڑی کے نیچے سے لے کر گردن کے گرد لپیٹ بھی لیتے۔ کبھی عمامہ نہ ہوتا تو کپڑے کی ایک دھجی (رومال) پٹی کی طرح سر سے باندھ لیتے (ایک رائے یہ ہے کہ ایسا بیماری (خصوصاً دردِ سر) کی حالت میں ہوا) بربنائے نظافت عمامہ کو تیل کی چکنائی سے بچانے کے لئے ایک خاص کپڑا (عربی نام ''قناع'') بالوں پر استعمال کرتے جیسے کہ آج کل بھی بعض لوگ ٹوپیوں کے اندر کاغذ یا سلولائڈ کا ٹکڑا رکھ لیتے ہیں۔ یہ دھجی چکنی تو ہو جاتی مگر نظافت کا حال یہ تھا کہ (روایات میں تصریح ہے) اسے کبھی میلا اور گندہ نہیں دیکھا گیا۔ سفید کے علاوہ زرد (غالباً مٹیالا، خاکستری مائل یا شتری) رنگ کا عمامہ بھی باندھا ہے اور فتح مکہ کے موقع پر سیاہ بھی استعمال فرمایا۔ عمامہ کے نیچے کپڑے کی ٹوپی بھی استعمال میں رہی اور اسے پسند فرمایا۔ نیز روایات کے بموجب عمامہ کے ساتھ ٹوپی کا استعمال گویا اسلامی ثقافت کا مخصوص طرز تھا اور اسے آپؐ نے مشرکین کے مقابلے پر امتیازی فیشن قرار دیا۔

عمامہ کے علاوہ کبھی خالی سفید ٹوپی بھی اوڑھتے، گھر میں اوڑھنے کی ٹوپی سر سے چپٹی ہوئی ہوتی سفر پر نکلتے تو اٹھی ہوئی باڑدار ٹوپی استعمال فرماتے۔ سوزنی نما سلے ہوئے کپڑے کی دبیز ٹوپی بھی پہنی ہے۔

اوڑھنے کی چادر چار گز لمبی ڈھائی گز چوڑی ہوتی تھی، کبھی لپیٹ لیتے، کبھی ایک پلو سیدھے بغل سے نکال کر الٹے کندھے پر ڈال لیتے۔ یہی چادر کبھی کبھار بیٹھے ہوئے ٹانگوں کے گرد لپیٹ لیتے اور بعض مواقع پر اسے تہ کرکے تکیہ بھی بنا لیتے۔ معزز ملاقاتیوں کی تواضع کے لئے چادر اتار کر بچھا بھی دیتے۔ یمن کی چادر جسے حبرہ کہا جاتا تھا، بہت پسند تھی۔ اس میں سرخ یا سبز دھاریاں ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضورؐ کے لئے سیاہ چادر (غالباً بالوں کی) بھی بنوائی گئی۔ اسے اوڑھا تو پسینے کی وجہ سے بُو دینے لگی۔ چنانچہ نظافت کی وجہ سے پھر اسے نہیں اوڑھا۔

نیا کپڑا خدا کی حمد اور شکر کے ساتھ بالعموم جمعہ کے روز پہنتے۔ فاضل جوڑے بنوا کر نہیں رکھتے تھے، کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے۔ ان کی مرمت کرتے، احتیاطاً گھر میں دیکھ لیتے کہ مجمع بیٹھنے کی وجہ سے کوئی جوں وغیرہ نہ آگھسی ہو۔ کپڑوں کے لئے سب سے بڑھ کر سفید رنگ مرغوب خاطر تھا۔

سفید کے بعد سبز رنگ بھی پسندیدہ تھا۔ لیکن اس شکل میں کہ ہلکی دھاریاں ہوں۔ اسی طرح خالص شوخ سرخ رنگ بہت ہی ناپسندیدہ تھا۔ (لباس کے علاوہ بھی اس کے استعمال کو بعض صورتوں میں ممنوع فرمایا) لیکن ہلکے سرخ رنگ کی دھاریوں والے کپڑے آپؐ نے پہنے۔ ہلکا زرد (مُیالا یا شتری) رنگ بھی لباس میں دیکھا گیا۔

حضورؐ کا جوتا مروجہ عربی تمدن کے مطابق چپل یا کھڑاؤں کی سی شکل کا تھا، جس کے دو تسمے تھے۔ ایک انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے درمیان رہتا۔ دوسرا چھنگلیا اور اس کے ساتھ والی انگلی کے بیچ میں۔ جوتے پر بال نہ ہوتے تھے جیسے کہ معمولی ذوق کے لوگوں کے جوتوں پر ہوتے۔ یہ ایک بالشت دو انگل لمبا تھا۔ تلوے کے پاس سے سات انگل چوڑا اور دونوں تسموں کے درمیان نیچے پر سے دو انگل کا فاصلہ تھا۔ کبھی کھڑے ہوکر پہنتے، کبھی بیٹھ کر بھی، پہنتے ہوئی پہلی دایاں پاؤں ڈالتے پھر بایاں اور اتارتے ہوئے بایاں پاؤں نکالتے پھر دایاں۔

جرابیں اور موزے بھی استعمال میں رہے۔ سادہ اور معمولی بھی اور اعلیٰ قسم کے بھی۔ شاہ نجاشی نے سیاہ رنگ کے سادہ موزے بطور تحفہ بھیجے تھے۔ انہیں پہنا اور ان پر مسح فرمایا۔ اسی طرح

وحیہ کلبی نے بھی موزے تحفہ میں پیش کئے تھے۔ان کو آپؐ نے پھٹنے تک استعمال فرمایا۔
چاندی کیؐ انگوٹھی بھی استعمال فرمائی جس میں کبھی چاندی کا نگینہ ہوتا تھا، کبھی حبشی پتھر کا، بعض روایات میں یہ آتا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پر چاندی کا پتر یا پالش چڑھا ہوا تھا۔ دوسری طرف یہ واضح ہے کہ لوہے کی انگوٹھی (اور زیور) سے آپؐ نے کراہت فرمائی ہے۔ انگوٹھی بالعموم داہنے ہی ہاتھ میں پہنی، کبھی کبھار بائیں میں بھی۔ درمیانی اور شہادت کی انگلی میں نہ پہنتے۔ چھنگلیا میں پہننا پسند تھا۔ نگینہ اوپر کی طرف رکھنے کے بجائے ہتھیلی کی طرف رکھتے۔ انگوٹھی پر ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ ترتیب وار نیچے سے اوپر تین سطروں میں کندہ تھے۔ اس سے خطوط پر مہر لگاتے تھے۔ محققین کی یہ رائے قرین صحت ہے کہ انگوٹھی مہر کی ضرورت سے بنوائی تھی اور سیاسی منصب کی وجہ سے اس کا استعمال ضروری تھا۔

وضع قطع اور آرائش

حضورؐ اپنے بال بہت سلیقے سے رکھتے، ان میں کثرت سے تیل کا استعمال فرماتے، کنگھا کرتے، مانگ نکالتے، لبوں کے زائد بال تراشنے کا اہتمام تھا۔ داڑھی کو بھی طول وعرض میں ہموار کرتے۔
سفر وحضر میں سات چیزیں ہمیشہ ساتھ رہتیں اور بستر کے قریب (۱) تیل کی شیشی (۲) کنگھا (ہاتھی دانت کا بھی) (۳) سرمہ دانی (سیاہ رنگ کی)۔ (۴) قینچی۔ (۵) مسواک۔ (۶) آئینہ۔ (۷) لکڑی کی ایک پتلی کھپچی۔
سرمہ رات کو سوتے ہوئے (تا کہ زیادہ نمایاں نہ ہو) تین تین سلائی دونوں آنکھوں میں لگاتے، آخر رات میں حاجات سے فارغ ہو کر وضو کرتے، لباس طلب کرتے اور خوشبو لگاتے، ریحان کی خوشبو پسند تھی۔ مہندی کے پھول بھی بھینی خوشبو کی وجہ سے مرغوب تھے۔ مشک اور عود کی خوشبو سب سے بڑھ کر پسندیدہ رہی۔ گھر میں خوشبودار دھونی لیا کرتے، ایک عطر دان تھا، جس میں بہترین خوشبو موجود رہتی اور استعمال میں آتی (کبھی حضرت عائشہؓ اپنے دستِ مبارک سے خوشبو لگاتیں) مشہور بات ہے کہ آپ جس کوچے سے گزر جاتے تھے دیر تک اس میں مہک رہتی تھی اور فضائیں بتاتی تھیں کہ ''گزر گیا ہے ادھر سے وہ کاروانِ بہار'' خوشبو ہدیہ کی جاتی تو ضرور قبول فرماتے اور کوئی اگر خوشبو کا ہدیہ لینے میں تامل کرتا تو ناپسند فرماتے۔ اسلامی ثقافت کے

مخصوص ذوق کے ماتحت آپؐ نے مردوں کے لئے ایسی خوشبو پسند فرمائی جس کا رنگ مخفی رہے اور مہک پھیلے اور عورتوں کے لئے وہ جس کا رنگ نمایاں ہو، مہک مخفی رہے۔

رفتار

حضورؐ کی چال عظمت، وقار، شرافت اور احساس ذمہ داری کی ترجمان تھی، چلتے تو مضبوطی سے قدم جما کر چلتے، ڈھیلے ڈھالے طریق سے قدم گھسیٹ کر نہیں۔ بدن سمٹا ہوا رہتا، دائیں بائیں دیکھے بغیر چلتے۔ قوت سے آگے کو قدم اٹھاتے۔ قامت میں آگے کی طرف قدرے جھکاؤ ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ اونچائی سے نیچے کو اتر رہے ہیں۔ ہند بن ابی ہالہؓ کے الفاظ میں "گویا زمین آپؐ کی رفتار کے ساتھ لپٹتی جا رہی ہے"۔ رفتار تیز ہوتی، قدم کھلے کھلے رکھتے۔ آپؐ معمولی رفتار سے چلتے مگر بقول حضرت ابوہریرہؓ "ہم مشکل سے ساتھ دے پاتے" حضورؐ کی رفتار یہ پیغام بھی دیتی جاتی تھی کہ "زمین میں گھمنڈ کی چال نہ چلو" (سورۂ لقمان)

تکلم

تکلم انسان کے ایمان، کردار اور مرتبے کو پوری طرح بے نقاب کر دیتا ہے۔ موضوعات اور الفاظ کا انتخاب، فقروں کی ساخت، آواز کا اتار چڑھاؤ، لہجے کا اسلوب اور بیان کا زور یہ ساری چیزیں واضح کرتی ہیں کہ متکلم کس پائے کی شخصیت کا علمبردار ہے۔

حضورؐ کے منصب اور ذمہ داریوں کی نوعیت ایسی تھی کہ ان کا بھاری بوجھ اگر کسی دوسری شخصیت پر ڈالا گیا ہوتا تو وہ تفکرات میں ڈوب کر رہ جاتا اور اسے خلوت محبوب ہو جاتی۔ لیکن حضورؐ کے کمالاتِ خاص میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ایک طرف آپؐ تفکرات اور مسائلِ مہمہ کا پہاڑ اٹھائے ہوئے ہوتے اور طرح طرح کی پریشانیوں سے گزرتے، لیکن دوسری طرف لوگوں میں خوب گھلنا ملنا بھی رہتا اور دن رات گفتگوؤں کا دور چلتا۔ مزاج کی سنجیدگی اپنی جگہ تھی اور تبسم و مزاح اپنی جگہ۔ اضداد میں عجیب توازن تھا۔ جس کی مظہر حضورؐ کی ذات تھی۔ ایک عالمی تحریک کی ذمہ داری، ایک سلطنت کے مسائل، ایک جماعت اور معاشرے کے معاملات اور پھر اپنے خاصے بڑے کنبے کی ذمہ داریاں اچھا خاصا پہاڑ تھیں، جنہیں حضورؐ کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہند بن ابی ہالہ کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ "اللہ کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم متواتر پریشانیوں میں رہتے ۔ ہمیشہ مسائل پر غور کرتے ، کبھی آپ کو بے فکری کا کوئی لمحہ نہ ملا ، دیر دیر تک خاموش رہتے اور بلا ضرورت فضول بات چیت نہ کرتے ۔''

لیکن آپ ایک داعی تھے ، اور ایک تحریک کے سربراہ ، اس لئے تبلیغ وتعلیم اور تزکیہ اور سیاسی انتظام چلانے کے لئے لوگوں سے رابطہ ضروری تھا جس کے لئے سب سے اہم ذریعہ تکلم ہے ۔ لہٰذا دوسری صورتِ حال حضرت زید بن ثابتؓ کے الفاظ میں یوں رہتی کہ '' جب ہم دنیوی معاملات کا ذکر کر رہے ہوتے تو حضور بھی اس ذکر میں حصہ لیتے ۔ جب ہم آخرت پر گفتگو کرتے تو حضور بھی ہمارے ساتھ اس موضوع پر تکلم فرماتے ۔ اور جب ہم لوگ کھانے پینے کی کوئی بات چھیڑتے تو حضور بھی اس میں شامل رہتے '' اس کے باوجود آپؐ نے خدا کی قسم کھا کر یہ اصولی حقیقت بیان فرمائی کہ میری زبان سے حق کے ماسوا کوئی بات ادا نہیں ہوتی ۔ قرآن نے بھی وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ کی گواہی دی ۔

گفتگو میں الفاظ اتنے ٹھہر ٹھہر کر ادا کرتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کر لیتا بلکہ الفاظ ساتھ ساتھ گنے جا سکتے تھے ۔ گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی ۔ الفاظ نہ ضرورت سے کم نہ زیادہ ...... نہ کوتاہ سخن ، نہ طویل گفتگو ، تاکید ، تفہیم اور تسہیل حفظ کے لئے خاص الفاظ اور کلمات کو تین بار دہراتے بھی تھے ۔ بعض امور میں تصریح سے بات کرنا مناسب نہ سمجھتے تو کنایہ میں فرماتے ۔ مکروہ اور فحش اور غیر حیا دارانہ کلمات سے تنفر تھا ۔ گفتگو میں بالعموم ایک مسکراہٹ شامل رہتی ۔ یہ مسکراہٹ حضورؐ کی سنجیدگی کی خشونت بننے سے بچاتی تھی ۔ بات کرتے ہوئے بار بار آسمان کی طرف دیکھتے ، گفتگو کے دوران میں کسی بات پر زور دینے کے لئے ٹیک سے اٹھ کر سیدھے ہو بیٹھتے اور خاص جملوں کو بار بار دہراتے ۔ حاضرین کو کسی بات سے ڈراتے تو تکلم کے ساتھ ساتھ زمین پر ہاتھ مارتے ۔ بات کی وضاحت کے لئے ہاتھوں اور انگلیوں کے اشارات سے بھی مدد لیتے ۔ مثلاً دو چیزوں کا اکٹھا ہونا واضح کرنے کے لئے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو ملا کر دکھاتے ۔ کبھی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم دگر آر پار کر کے مضبوطی یا جمعیت کا مفہوم نمایاں کرتے ۔ کسی شئے یا سمت میں اشارہ کرنا ہوتا تو پورا ہاتھ حرکت میں لاتے ، کبھی ٹیک لگائے ہوئے اہم معاملات پر بات کرتے تو سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کی پشت پر رکھ کر انگلیوں میں انگلیاں ڈال لیتے ۔ تعجب کے موقعوں پر ہتھیلی کو الٹ دیتے ۔ کبھی سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی الٹے ہاتھ کے انگوٹھے کے اندرونی حصے پر مارتے ، کبھی سر ہلاتے اور ہونٹوں کو دانتوں سے دباتے ۔ کبھی ہاتھ کو ران پر مارتے ۔

عام سماجی رابطہ

بڑے بڑے کام کرنے والے لوگ بالعموم رابطۂ عام کے لئے وقت نہیں نکال سکتے اور نہ ہر طرف توجہ دے سکتے ہیں۔ بعض بڑے لوگوں میں خلوت پسندی اور خشکی مزاج پیدا ہو جاتی ہے اور کچھ کبر کا شکار ہو کر اپنے لئے ایک عالم بالا بنا لیتے ہیں مگر حضورؐ انتہائی عظمت کے مقام پر فائز ہو کر اور تاریخ کا رخ بدل دینے والے کارنامے انجام دے کر عوامی حلقوں سے پوری طرح مربوط تھے اور جماعت اور معاشرہ کے افراد سے شخصی اور نجی تعلق رکھتے تھے۔ علیحدگی پسندی یا کبر یا یبوست کا شائبہ تک نہ تھا۔ درحقیقت آپؐ نے جس نظام اخوت کی تاسیس فرمائی تھی، یہ اس کا اہم تقاضا تھا کہ لوگ باہم دگر مربوط رہیں۔ ایک دوسرے کے کام آئیں اور ایک دوسرے کے حقوق کو پہچانیں۔ بخلاف اس کے آج جو تمدن مغرب میں نشو ونما پا گیا ہے اس میں ''کسے را با کسے کارے نباشد'' کی فضا بڑی انسانیت کش ہو گئی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں اس فضا کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ آیئے ہم حضور کو عام سماجی رابطوں کے دائرے میں دیکھیں۔

آپؐ کا معمول تھا کہ راستے میں ملنے والوں سے سلام کرتے اور سلام کرنے میں پہل کرتے۔ کسی کو پیغام بھجواتے تو ساتھ ہی سلام ضرور کہلواتے۔ کسی کا سلام پہنچایا جاتا تو بھیجنے والے کو بھی اور لانے والے کو بھی جدا جدا سلام کہتے۔ ایک بار لڑکوں کی ٹولی کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کیا۔ عورتوں کی جماعت کے قریب سے ہو کر نکلے تو ان کو سلام کیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہوئے اور گھر سے نکلتے ہوئے گھر کے لوگوں کو بھی سلام کہتے۔ احباب سے معانقہ بھی فرماتے اور مصافحہ بھی۔ مصافحہ سے ہاتھ اس وقت تک نہ کھینچتے جب تک دوسرا خود ہی اپنا ہاتھ الگ نہ کرتا۔

مجلس میں جاتے تو اس کو ناپسند فرماتے کہ صحابہ تعظیم کے لئے کھڑے ہوں۔ مجلس کے کنارے ہی بیٹھ جاتے۔ کندھوں پر سے پھاند کر بیچ میں گھسنے سے احتراز فرماتے۔ اپنے زانو ساتھیوں سے بڑھا کر نہ بیٹھتے۔ کوئی آتا تو اعزاز کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے، آنے والا جب تک خود نہ اٹھتا آپ مجلس سے الگ نہ ہوتے۔

اہل مجلس کی گفتگو میں غیر متعلق موضوع نہ چھیڑتے بلکہ جو سلسلہ کلام چل رہا ہوتا اسی میں شامل ہو جاتے۔ چنانچہ نماز صبح کے بعد مجلس رہتی اور اس میں صحابہؓ سے خوب باتیں ہوتیں۔ جاہلیت کے قصے چھڑ جاتے اور ان پر خوب ہنسی بھی ہوتی (روایت جابرؓ بن سمرہ۔ (مسلم)۔ صحابہؓ

شعر بھی پڑھتے۔ جس موضوع سے اہل مجلس کے چہروں سے اکتانے کا اثر محسوس ہوتا اسے بدل دیتے۔ ایک ایک فردِ مجلس پر توجہ فرماتے تا کہ کوئی یہ نہ محسوس کرے کہ کسی کو اس پر آپؐ نے فوقیت دی ہے۔ دورانِ تکلم کوئی شخص غیر متعلق سوال چھیڑ دیتا تو اسے نظر انداز کر کے گفتگو جاری رکھتے اور سلسلہ پورا کر کے پھر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ خطاب کرنے والے کی جانب سے اس وقت تک رخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منہ نہ پھیر لیتا۔ کان میں کوئی سرگوشی کرتا تو جب تک وہ بات پوری کر کے منہ نہ ہٹالیتا آپ برابر اپنا سر اسی کی طرف جھکائے رکھتے۔ کسی کی بات کو کبھی نہ کاٹتے۔ الا یہ کہ حق کے خلاف ہو۔ اس صورت میں یا تو ٹوک دیتے یا چہرے پر ناگواری آجاتی یا اٹھ کر چلے جاتے۔ ناپسند تھا کہ کھڑے کھڑے کوئی اہم بحث چھیڑ دی جائے۔ ناپسندہ باتوں سے یا تو اعراض فرماتے، ورنہ گرفت کرنے کا عام طریقہ یہ تھا کہ براہ راست نام لے کر ذکر نہ کرتے بلکہ عوامی انداز میں اشارہ کرتے یا جامع طور پر نصیحت کر دیتے۔

کسی کی ملاقات کو جاتے تو دروازے کے دائیں بائیں کھڑے ہو کر اطلاع دیتے اور اجازت لینے کے لئے تین مرتبہ سلام کہتے۔ جواب نہ ملتا تو بغیر کسی احساسِ تکدر کے واپس چلے آتے۔ رات کو کسی سے ملنے جاتے تو اتنی آواز میں سلام کہتے کہ اگر وہ جاگتا ہو تو سن لے اور سو رہا ہو تو نیند میں خلل نہ آئے۔

بدن یا لباس سے کوئی شخص تنکا یا مٹی وغیرہ ہٹاتا تو شکریہ ادا کرتے ہوئے فرماتے، مسح اللہ عنک ماتکرہ (خدا تم سے ہر اس شئے کو دور کرے جو تمہیں بری لگے) ہدیہ قبول کرتے اور جواباً ہدیہ دینے کا خیال رکھتے۔ کسی شخص کو اتفاقاً کوئی تکلیف پہنچ جاتی تو اسے بدلہ لینے کا حق دیتے اور کبھی عوض میں کوئی ہدیہ دیتے۔ کوئی شخص نیا لباس پہن کر سامنے آتا تو فرماتے حسنہ حسنہ، اہل واخلق (یعنی خوب ہے خوب دیر تک پہنو، بوسیدہ کرو) بدسلوکی کا بدلہ برے سلوک سے نہ دیتے بلکہ عفو ودرگذر سے کام لیتے۔ دوسرے کے قصور معاف کر دیتے تو اطلاع کے ساتھ اپنا عمامہ علامت کے طور پر بھیج دیتے۔ کوئی پکارتا تو خواہ وہ گھر کا آدمی ہو یا رفقاء میں سے، ہمیشہ ''لبیک'' (حاضر ہوں) کہتے۔

بیماروں کی عیادت کو اہتمام سے جاتے، سرہانے بیٹھ کر پوچھتے، کیف تجدک؟ (تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ بیمار کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے، کبھی سینے اور پیٹ پر دست شفقت پھیرتے اور کبھی چہرے پر، کھانے کو پوچھتے، بیمار کسی چیز کی خواہش کرتا تو اگر مضر نہ ہوتی تو

منگوا دیتے۔ تسلی دیتے اور فرماتے ''لَا بَأْسَ! اِنْ شَآءَ اللہ طَہُوْرٌ'' (فکر کی کوئی بات نہیں خدا نے چاہا تو جلد صحت یاب ہو گے) شفاء کے لئے دعا فرماتے۔ حضرت سعد کے لئے تین بار دعا کی۔ مشرک چچاؤں کی بیمار پرسی بھی کی۔ ایک یہودی بچے کی عیادت بھی فرمائی (جو ایمان لے آیا) اس کام کے لئے کوئی دن اور وقت مقرر نہ تھا۔ جب بھی اطلاع ملتی اور وقت ملتا تشریف لے جاتے۔

جب کسی شخص کی وفات ہو جاتی تو تشریف لے جاتے۔ عالم برزخ میں بلایا جاتا یا از خود اطلاع پا کر پہنچتے تو توحید اور توجہ الی اللہ کی تلقین کرتے۔ میت کے لواحقین سے ہمدردی کا اظہار فرماتے، صبر کی نصیحت کرے اور چلانے اور بُکا کرنے سے روکتے۔ سفید کپڑوں میں اچھا کفن دینے کی تاکید کرتے، اور تجہیز اور تکفین میں جلدی کراتے، جنازہ اٹھتا تو ساتھ چلتے، مسلمانوں کے جنازے خود پڑھاتے اور مغفرت کے لئے دعا کرتے، کوئی جنازہ گزرتا تو...... چاہے وہ غیر مسلم کا ہو...... کھڑے ہو جاتے (بیٹھے رہنے کی روایت بھی ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ قیام کا طریقہ منسوخ ہو گیا تھا...... (ملاحظہ ہو، زاد المعاد جلد: ۱ ص: ۱۴۵) تلقین فرماتے کہ میت کے گھر والوں کے لئے دوسرے لوگ کھانا پکوا کر بھجوائیں (کجا آج یہ الٹی رسم مسلط ہے کہ میت والے گھر میں دوسروں کی ضیافت ہوتی ہے)، ناپسند تھا کہ باقاعدہ مجلس تعزیت کا سلسلہ ایک رسمی ضابطے کے طور پر کئی روز جاری رہے۔

کوئی مسافر سفر سے واپس آتا اور حاضری دیتا تو اس سے معانقہ کرتے، بعض اوقات پیشانی چوم لیتے، کسی کو سفر کے لئے رخصت فرماتے تو کہتے کہ بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

محبت آمیز بے تکلفی میں کبھی کبھی احباب کے ناموں کو مختصر کر کے بھی پکار لیتے جیسے یا ابو ہریرہ کے بجائے ''اباہر' حضرت عائشہؓ کو کبھی کبھار ''عائش'' کہہ کر پکارتے۔

بچوں سے بہت دلچسپی تھی۔ بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے، پیار کرتے، دعا فرماتے۔ ننھے بچے لائے جاتے تو ان کو گود میں لے لیتے۔ ان کو بہلانے کے لئے عجیب سے کلمے کہتے۔ یعنی خرقة خرقة ترق عين بقه۔ (بعض لوگوں نے معنی نکالنے کی کوشش کی ہے (ہر مچھر کی آنکھ میں ٹڈی کا جبڑہ ہے) مگر بظاہر یہ ایسے ہی کلمات ہیں جیسے ہر ملک میں بچوں کو بہلانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں) ایک معصوم بچے کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: انھم لمن ریحان اللہ (یہ بچے تو خدا کے باغ کے پھول ہیں) بچوں کے نام تجویز کرتے، بچوں کو قطار میں جمع کر کے انعامی دوڑ لگواتے کہ دیکھیں کون ہمیں پہلے چھو لیتا ہے۔ بچے دوڑتے ہوئے آتے تو کوئی سینہ پر گرتا کوئی پیٹ پر،

بچوں سے دل لگی بھی کرتے۔ سفر سے آ رہے ہوتے تو جو بچہ راستے میں ملتا اسے سواری پر بٹھا لیتے ۔ چھوٹا ہوتا تو آگے بڑا ہوتا تو پیچھے، فصل کا میوہ پہلی بار آتا تو دعائے برکت مانگ کر کم عمر بچے کو دے دیتے۔ مروت کی انتہا یہ تھی کہ مدینہ کی ایک عورت جس کی عقل میں کچھ فتور تھا آتی ہے او رکہتی ہے مجھے کچھ کہنا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ تم چلو، کسی کوچے میں انتظار کرو، میں ابھی آتا ہوں ، چنانچہ اس کی بات جا کر سنی اوراس کا کام کر کے دیا۔

عمر بھر معمول رہا کہ رات کے دوسرے نصف حصہ کے اوائل میں بیدار ہوکر مسواک و وضو کے بعد تہجد ادا فرماتے (زاد المعاد) قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہوئے بعض اوقات اتنا لمبا قیام فرماتے کہ قدم مبارک متورم ہوجاتے۔ (شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی عبادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہ نے اس مشقت پر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر غفران خاص سے نوازا ہے ...... لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ) پھر اس قدر حضورؐ جان کیوں گھلاتے ہیں؟ فرمایا: افلا اکون عبدالشکورا۔ کیا میں خدا کا احسان شناس اور شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی عبادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)۔

گھر اوراس کے ساز وسامان کے متعلق آپؐ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ زندگی اس طرح گزاری جائے جیسے مسافر گزارتا ہے۔ فرمایا کہ میری مثال اس مسافر کی سی ہے جو تھوڑی دیر کے لئے اس سائے میں آرام کرے پھر اپنی راہ لے۔ مراد یہ ہے کہ جو لوگ آخرت کو منتہا بنائیں اور دنیوی زندگی کو ادائے قرض یا امتحان کے طور پر گزاریں اور جنہیں یہاں کوئی بڑے نصب العین کے لئے جدوجہد کرنی ہو ان کیلئے کیا موقع ہے کہ اعلیٰ درجے کے مسکن بنائیں اوران کو ساز وسامان سے آراستہ کریں اور پھر ان میں مگن رہ کر لطف اٹھائیں اور نہ ان میں اسباب جمع کئے اور نہ ان کی زینت وآرائش کی۔ ان کے گھر بس بہترین مسافرانہ قیام گاہیں تھیں۔ (زاد المعانی فی تدبیرہ الامر السکن، ج ۳:ص ۱۴۲) ان میں سردی گرمی سے بچنے کا اہتمام تھا، جانوروں کی مداخلت سے بچاؤ کا انتظام تھا، پردہ داری Privacy کا بندوبست تھا اور حفظان صحت کے لئے ضروری پہلو ملحوظ تھے۔ (زاد المعانی فی تدبیرہ الامر السکن، ج ۳:ص ۱۴۲)۔ حضورؐ نے مسجد کے ساتھ ازواج کے لئے حجرات (چھوٹے چھوٹے کمرے) بنوالئے تھے۔ بجز صفائی کے اور کسی طرح کی آرائش نہ تھی، صفائی میں ذوقِ نبوت یہاں تک تھا کہ صحابہ کو تاکید فرمائی "گھروں کے آنگن کو صاف رکھو" (روایت ابن المسیب (ترمذی)

ساز وسامان میں چند برتن سادہ قسم کے تھے۔ مثلاً ایک لکڑی کا پیالہ (بادیہ) تھا، جس پر لوہے کے پتر لگے تھے اور کھانے پینے میں ان کا بکثرت استعمال ہوتا تھا۔ خوراک کا سامان جمع تو کیا ہوتا۔ روز کا روز بھی کافی مقدار میں میسر نہ ہوا۔ بستر چمڑے کے گدے پر مشتمل تھا، جس پر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ بان کی بنی ہوئی چارپائی رکھتے۔ ٹاٹ کا بستر بھی استعمال میں رہا جو دوہرا کر کے بچھایا جاتا۔ ایک بار چوہرا کر کے بچھایا گیا تو صبح دریافت فرمایا کہ آج کیا خصوصیت تھی کہ مجھے گہری نیند آئی اور تہجد چھوٹ گئی۔ معلوم ہونے پر حکم دیا کہ بستر کو پہلے ہی حال پر رہنے دیا جائے۔ زمین پر چٹائی بچھا کر بھی لیٹنے کا معمول تھا۔ بعض اوقات کھری چارپائی کے نشانات بدن پر دیکھ کر رفقائے خاص (مثلاً حضرت عمرؓ وعبداللہ بن مسعودؓ) رو دیئے۔ (ملاحظہ ہو، شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)۔

ذرا حضرت عمرؓ کا چشم دید نقشہ سامنے لائے۔ واقعۂ ایلا کے زمانے میں انہوں نے حضورؐ کو اس عالم میں دیکھا کہ "آپ کھرّی چارپائی پر لیٹے ہیں اور جسم پر نشان پڑ گئے ہیں۔ ادھر ادھر دیکھا تو ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں۔ ایک کونے میں کسی جانور کی کھال کیل سے لٹک رہی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ حضورؐ نے رونے کا سبب پوچھا تو عرض کی کہ قیصر وکسریٰ تو عیش کریں اور آپ کا یہ حال رہے۔ فرمایا "عمر! کیا تم اس پر خوش نہیں کہ لوگ دنیا لے جائیں اور ہمیں آخرت ملے"۔ المواہب اللدنیہ، ج ۱: ص ۳۴۴ / نیز صحیح مسلم باب فی الرجل یطلق امرانہ، روانہ عبداللہ ابن عباس)

اکل وشراب

کھانے پینے کا ذوق بہت نفیس تھا۔ گوشت سے خاص رغبت تھی۔ زیادہ ترجیح دست، گردن اور پیٹھ کے گوشت کو دیتے، نیز پہلو کی ہڈی پسند تھی۔ ثرید (گوشت کے شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر یہ مخصوص عربی کھانا تیار کیا جاتا تھا) تناول فرمانا مرغوب تھا۔ پسندیدہ چیزوں میں شہد، سرکہ، خربوزہ، ککڑی، لوکی، کھچڑی، مکھن وغیرہ اشیاء شامل تھیں۔ دودھ کے ساتھ کھجور (بہترین مکمل غذا بنتی ہے) کا استعمال بھی اچھا لگتا اور مکھن لگا کے کھجور کھانا بھی ذوق میں شامل تھا۔ کھرچن (تہ دیگی) سے بھی انس تھا۔ ککڑی نمک لگا کر اور خربوزہ شکر لگا کر بھی کھاتے۔ مریضوں کی پرہیزی غذا کے طور پر حریرہ کو اچھا سمجھتے اور تجویز فرماتے۔ میٹھا پکوان بھی مرغوبِ

خاص تھا۔ اکثر جو کے ستو بھی استعمال فرماتے۔ ایک مرتبہ بادام کے ستو پیش کیئے گئے تو یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ امراء کی غذا ہے۔ گھر میں شوربا پکتا تو کہتے کہ ہمسایہ کے لئے ذرا زیادہ بنایا جائے پینے کی چیزوں میں نمبر ایک پر میٹھا پانی تھی اور بطورِ خاص دو روز کی مسافت سے منگوایا جاتا۔ دودھ، پانی ملا دودھ (جسے کچی لسی کہا جاتا ہے) اور شہد کا شربت بھی رغبت سے نوش فرماتے۔ غیر نشہ دار نبیذ بھی قرینِ ذوق تھی۔ مشکیزے یا پتھر کے برتن میں پانی ڈال کر کھجور بھگودی جاتی اور اسے متواتر دین بھر استعمال کرتے لیکن زیادہ ہونے پر چونکہ نشہ زیادہ ہونے کا اندیشہ ہو جاتا، لہٰذا پھنکوا دیتے۔ بہ روایت ابو مالک اشعری یہ فرمایا بھی کہ میری امت میں سے بعض لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل کر کچھ اور رکھ دیں گے۔ (چنانچہ سلاطین مابعد نے نبیذ کے نام سے منشیات کا استعمال کیا)۔

افراد کا الگ الگ بیٹھ کر کھانا ناپسند تھا۔ اکٹھے ہو کر کھانے کی تلقین فرمائی۔ میز کرسی پر بیٹھ کر کھانے کو اپنی شانِ فقر کے خلاف سمجھتے۔ اسی طرح دسترخوان پر چھوٹی چھوٹی پیالیوں اور طشتریوں میں کھانا رکھا جانا بھی خلافِ مزاج تھا۔ سونے چاندی کے برتنوں کو بالکل حرام فرما دیا تھا، کانچ مٹی، تانبے اور لکڑی کے برتنوں کو استعمال میں لاتے رہے۔ دسترخوان پر ہاتھ دھونے کے بعد جوتا اتار کر بیٹھتے، سیدھے ہاتھ سے کھانا لیتے اور اپنے سامنے کی طرف سے لیتے۔ برتن کے وسط میں ہاتھ نہ ڈالتے۔ ٹیک لگا کر کھانا پینا بھی خلاف معمول تھا، دوزانوں یا اکڑوں بیٹھتے، ہر لقمہ لینے پر بسم اللہ پڑھتے۔ ناپسندیدہ کھانا بغیر عیب نکالے خاموشی سے چھوڑ دیتے۔ زیادہ گرم کھانا نہ کھاتے۔ کبھی کبھی چھری سے پکا ہوا گوشت کاٹ کاٹ کر بھی کھایا ہے مگر یہ پُر تکلف طریقہ مرغوب نہ تھا (روایت عمر بن امیہ (بخاری و مسلم) نیز روایت عائشہؓ (ابوداؤد و بیہقی)۔ کھانا ہمیشہ تین انگلیوں سے لیتے، اور ان کو لتھڑنے نہ دیتے۔ کبھی کبھار میوہ یا پھل کھڑے ہو کر یا چلتے ہوئے بھی کھا لیا، دو پھل اکٹھے بھی کھائے۔ مثلاً ایک ہاتھ میں خربوزہ لیا اور دوسرے میں کھجور۔ کھجور کی گٹھلی الٹے ہاتھ سے پھینکتے۔ دعوت ضرور قبول فرماتے اور اگر اتفاقاً کوئی دوسرا آدمی (بات چیت کرتے ہوئے یا کسی اور سبب سے) ساتھ ہوتا تو اسے لے جاتے مگر صاحب خانہ سے اسکے لئے اجازت لیتے۔ مہمان کو کھانا کھلاتے تو بار بار اصرار کہتے کہ اچھی طرح بے تکلفی سے کھاؤ۔ کھانے کی مجلس سے بہ تقاضائے مروت سب سے آخر میں اٹھتے۔ دوسرے لوگ اگر پہلے فارغ ہو جاتے تو ان کے ساتھ ہی آپ بھی اٹھ جاتے۔ فارغ ہو کر ہاتھ ضرور دھوتے۔

دعا کرتے جس میں خدا کی نعمتوں کیلئے ادائے شکر کے کلمات ہوتے، نیز طلبِ رزق فرماتے، اور صاحبِ خانہ کے لئے برکت چاہتے۔ کھانے کی کوئی چیز آتی تو حاضر دوستوں کو باصرار شریک کرتے اور غیر حاضر دوستوں کا حصہ رکھ دیتے۔ پھل وغیرہ کھانے کی مجلس میں ایک ایک دانہ لینے کی تربیت آپؐ نے دی۔ پانی غٹ غٹ کی آواز نکالے بغیر پیتے اور بالعموم تین بار پیالہ منہ سے الگ کر کے سانس لیتے اور ہر بار آغاز ''بسم اللہ'' اور اختتام ''الحمد للہ'' والشکر للہ پر کرتے۔ عام طریقہ بیٹھ کر پانی پینے کا تھا۔ مگر کبھی کبھی کھڑے ہو کر بھی پیا ہے۔ پینے کی چیز مجلس میں آتی تو بالعموم داہنی جانب سے دور چلاتے اور جہاں ایک دور ختم ہوتا دوسرا وہیں سے شروع کرتے۔ بڑی عمر کے لوگوں کو ترجیح دیتے۔ مگر داہنے ہاتھ والوں کے مقررہ استحقاق کی بناء پر ان سے اجازت لے کر ہی ترتیب توڑتے۔ احباب کو کوئی چیز پلاتے تو خود سب سے آخر میں پیتے اور فرماتے کہ ''ساقی آخر میں پیا کرتا ہے'' کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک مارنا یا ان کو سونگھنا ناپسند تھا۔ سانس میں چوں کہ بو کا ہونا خلاف مزاج تھا اس لئے کچی پیاز اور لہسن کا استعمال ہمیشہ ناپسند رہا۔ کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھانکنے کا حکم دیا ہے۔ کوئی نیا کھانا سامنے آتا تو کھانے سے پہلے اس کا نام معلوم فرماتے۔ زہر خورانی کے واقعہ کے بعد معمول ہو گیا تھا کہ اگر کوئی اجنبی شخص کھانا کھلاتا تو پہلے ایک آدھ لقمہ خود اسے کھلاتے۔ (ترمذی۔ ابواب متعلقہ)۔

ذوق کی اس نفاست کے سات دوسری طرف اکثر اوقات فقر و فاقہ کا عالم درپیش رہا۔ جس کی تفصیل ہم دوسری جگہ دیں گے۔ فرمایا ''اٰکُلُ کَمَا یَاکُلُ العبدُ'' میرا کھانا پینا ایسا ہے جیسے (خدا کے) کسی بندے کا ہونا چاہئے۔

نشست و برخاست

کبھی اکڑوں بیٹھتے، کبھی دونوں ہاتھ زانوؤں کے گرد حلقہ زن کر لیتے، کبھی ہاتھوں کے بجائے کپڑا (چادر وغیرہ) لپیٹ لیتے، بیٹھے ہوئے ٹیک لگاتے یا بالعموم الٹے ہاتھ پر، فکر یا سوچ کے وقت بیٹھے ہوئے زمین کو لکڑی سے کریدتے۔ سونے کے لئے سیدھی کروٹ سوتے اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر داہنا رخسار رکھ لیتے۔ کبھی چت بھی لیٹتے اور پاؤں پر پاؤں بھی رکھ لیتے مگر ستر کا اہتمام رکھتے۔ پیٹ کے بل اوندھے لیٹنا سخت ناپسند تھا اور اس سے منع فرماتے تھے، ایسے تاریک گھر میں سونا پسند نہ تھا جس میں چراغ نہ جلایا گیا ہو۔ کھلی چھت پر جس کے پردے کی دیوار

نہ ہو، سونا اچھا نہ سمجھتے۔ وضو کر کے سونے کی عادت تھی اور سوتے وقت مختلف دعائیں پڑھنے کے علاوہ آخری تین سورتیں (سورۂ اخلاص اور معوذتین) پڑھ کر بدن پر دم کر لیتے۔ سوتے ہوئے ہلکی آواز سے خراٹے لیتے۔ رات میں قضائے حاجت کے لئے اٹھتے تو فارغ ہونے کے بعد ہاتھ منہ ضرور دھو لیتے (شمائل ترمذی) سونے کے لئے ایک تہبند علیحدہ تھا۔ کرتا اتار کر ٹانگ دیتے۔

بشری حاجات

ضرورت کے لئے چونکہ اس دور میں گھروں میں بیت الخلاء نہ تھے۔ اس لئے حضورؐ جنگل جاتے، عموماً اتنی دور تک جاتے (۲،۲ میل تک) کہ نظروں سے اوجھل ہو جاتے۔ ایسی نرم زمین تلاش کرتے کہ چھینٹے نہ اڑیں، موقع حاجت پر پہلے بایاں قدم رکھتے پھر دایاں، بیٹھتے ہوئے زمین کے بالکل قریب ہو کر مقام ستر سے کپڑا کھولتے، کسی ٹیلے وغیرہ کی آڑ ضرور لیتے، ضرورت کے لئے ہمیشہ جوتا پہن کر اور سر ڈھک کر نکلتے۔ قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنے سے اجتناب تھا۔ رفع حاجت کے وقت انگوٹھی الگ کر دیتے۔ (واضح رہے کہ اس پر خدا اور رسولؐ کے اسماء کندہ تھے) آبدست بالالتزام بائیں ہاتھ ہی سے کرتے۔ جائے ضرورت سے الگ ہوتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں اٹھاتے پھر بایاں۔

غسل کے لئے پردہ ضروری قرار دیا تھا۔ گھر میں نہاتے تو کپڑے کا پردہ تانا جاتا، کبھی بارش میں نہاتے تو تہ بند باندھ لیتے۔ چھینک پست آواز سے لیتے اور ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیتے۔

سفر

سفر کے لئے جمعرات کو روانگی زیادہ پسند تھی۔ سواری کو تیز چلاتے پڑاؤ سے صبح کے وقت کوچ کرنا معمول رہا۔ سفر Camp Life میں جو اجتماعی کام درپیش ہوتے ان میں ضرور حصہ لیتے۔ چنانچہ ایک بار کھانا تیار کرنے کی مہم تھی۔ سارے ساتھیوں نے کام تقسیم کئے۔ آپؐ نے لکڑیاں چننا اپنے ذمہ لیا۔ کہا گیا کہ آپ تکلیف نہ کریں، ہم سب اس کام کیلئے کافی ہیں، فرمایا کہ مجھے امتیاز پسند نہیں (المواہب اللدنیہ، ج:۱، ص:۲۹۴) سفر میں اپنی سواری پر باری باری کسی نہ کسی پیادہ ساتھی کو شریک کرتے، سفر سے رات واپس آنا پسند نہ تھا۔ آتے تو سیدھے گھر جانے کے بجائے مسجد میں جا کر نفل ادا کرتے۔ گھر میں اطلاع ہو جانے کے بعد اطمینان سے جاتے۔

جذبات

انسانیت کا کوئی تصور ہم جذبات کو الگ کر کے نہیں کر سکتے۔ حضورؐ میں بھی انسانی جذبات بہترین اسلوب پر کارفرما تھے۔ آپؐ بہت صاحب احساس ہستی تھے اور خوشی میں خوشی اور غم میں غم سے متاثر ہوتے۔

حضورؐ ان نام نہاد بڑے لوگوں میں سے نہ تھے جو دنیا جہاں کے غم میں گھلے جاتے ہیں۔ لیکن گھر کے لئے سنگ دل اور تغافل کیش ثابت ہوتے ہیں۔ باہر کی کی زندگی پُر ہنگامہ ہوتی ہے۔ گھر کی پھیکی اور بدمزہ۔ آپ کو ازواج کے ساتھ سچی محبت تھی۔ حضرت عائشہؓ کے ساتھ ایک ہی پیالہ میں پانی پیتے اور جہاں منہ لگاتیں وہیں منہ لگاتے۔ انصار کی بچیوں کو بلواتے تا کہ وہ ان کے ساتھ کھیلیں۔ حبشیوں کے ورزشی کرتب اس انداز سے دکھائے کہ حضرت عائشہؓ کی تھوڑی آپؐ کے کندھے پر تھی۔ بار بار پوچھتے کہ ''کیا تم سیر ہوگئی؟''۔ وہ کہتیں ''ابھی نہیں!'' دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ (المواہب اللدنیہ، ج:۱۔ص ۲۹۶)

حضرت صفیہ کو اونٹ پر سفر کرانے کے لئے آپؐ اپنا گھٹنا بڑھا دیتے ہیں اور اس پر آنجناب اپنا پیر رکھ کر سوار ہو جاتیں۔ ایک مرتبہ سفر میں ناقہ کا پاؤں پھسلا اور حضورؐ اور جناب صفیہ دونوں گر پڑے۔ ابوطلحہ ساتھ تھے۔ دوڑے ہوئے آپؐ کے پاس آئے، آپؐ نے فرمایا، پہلے خاتون کی طرف توجہ کرو۔ ایک بار سار باز نے اونٹوں کو تیز چلایا تو فرمانے لگے ''دیکھو! آبگینے ہیں آبگینے! ذرا احتیاط سے'' (مسلم و بخاری) اسی محبت کی وجہ سے ایک بار شہد نہ کھانے کی قسم کھائی تھی۔ جس پر عتاب آیا کہ حلال شئے کو حرام نہ کرو''۔

اپنے بچوں کے لئے بھی حضورؐ کے جذبات بڑے گہرے تھے۔ حضرت ابراہیم کو رضاعت کے لئے ایک لوہار کے گھر مدینے کے بالائی حصے میں رکھا گیا تھا۔ ان کو دیکھنے کے لئے خاصا فاصلہ چل کر تشریف لے جاتے۔ گھر میں دھواں بھرا ہوتا مگر وہاں بیٹھتے اور بچے کو گود میں لے کر پیار کرتے۔ (بروایت انسؓ)۔

حضرت فاطمہؓ آتیں تو اٹھ کر استقبال کرتے، خود تشریف لے جاتے۔ اپنی کہتے ان کی سنتے۔ ان کے صاحبزادوں حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ سے بہت ہی پیار تھا، ان کو گود میں لیتے۔ ان کے کندھوں پر سوار کرتے۔ ان کے لئے گھوڑا بنتے۔ حالتِ نماز میں بھی ان کے کندھے پر بیٹھنے

دیتے۔ ایک بار اقرع بن حابس نے آپ کو جناب حسنؓ کا بوسہ لیتے دیکھا تو تعجب سے کہا میرے تو دس بیٹے ہیں۔ میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔ مگر آپ بوسہ لیتے ہیں۔ فرمایا' جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

تفریحات

متوازن زندگی کا ایک لازمی جز وتفریحات (جائز حدود میں) بھی ہیں۔ مزاج کی طرح یہ جزء ساقط ہو جائے تو زندگی بوجھ بن جاتی ہے اور جس نظام حیات میں تفریحات کی گنجائش نہ رکھی گئی ہو اسے کوئی معاشرہ دیر تک اٹھا نہیں سکتا۔ حضورؐ کو بھی بعض تفریحات پسند تھیں اور جائز حدوں میں ان کے لئے راستے نکالتے۔

شخصی طور پر آپ کو باغوں کی سیر کا شوق تھا۔ کبھی تنہا اور کبھی رفقاء کے ساتھ باغوں میں چلے جاتے اور وہیں مجلس آرائی بھی ہو جاتی۔

تیرنے کا مشغلہ بھی تھا اور احباب کے ساتھ کبھی کبھار تالاب میں تیرا کرتے۔ دو دو ساتھیوں کے جوڑ بنائے جاتے اور پھر ہر جوڑ کے ساتھی دور سے تیر کر ایک دوسرے کی طرف آتے۔ ایک موقع پر اپنا ساتھی حضورؐ نے جناب ابوبکر صدیقؓ کو پسند کیا۔

وقفے کی بعد بارش پڑتی تو تہبند باندھ کر پھوار میں نہایا کرتے کبھی تفریحاً کسی کنوئیں میں پاؤں لٹکا کے اس کے دہانے پر بیٹھتے۔ (شمائل ترمذی۔ مختلف ابواب)

دوڑوں اور تیر اندازی کے مقابلے کراتے اور اکھاڑے میں خود پوری دلچسپی سے شریک رہتے۔ ایسے موقعوں پر ہنسی بھی ہوتی۔ مسرت کے موقعوں پر پسند تھا کہ دف بجائی جائے یا بچیاں گیت گالیں۔

خدا سے عشق کرنا ہے تو اس کے رسول ﷺ سے عشق کرو

قرآن مجید کے مطابق اخلاق (حسن عمل) وہ عمل ہے جو قانون اخلاق کا تابع ہے، تاہم ضمیر کا یہ عمل مقصد کی پاکیزگی کے بغیر ناممکن ہے۔ مقصد کی پاکیزگی کردار کو جلا دینے کی ایک ایسی اندرونی تحریک سے پیدا ہوتی ہے جو ایک مسلسل نفسیاتی عمل ہے جسے اسلامی اصطلاح میں تزکیہ کہتے ہیں۔

"نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا اور پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی۔ یقیناً فلاح پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا"۔ (۱۰:۷)

تزکیہ کے لغوی معنی ناپسندیدہ خواہشات و گندگی کا خاتمہ ہے۔ روحانی و اخلاقی اصطلاح کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ حسن کردار کی اندرونی تحریک کے ذریعہ انسان کوشش کر کے اپنے اندر موجود ان رجحانات کا خاتمہ کر لے جو اخلاقی بلندی کی راہ میں سدراہ بن جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انسانی سینہ کے اندر بدی اور نیکی کے تصادم کے خاتمہ کو بھی تزکیہ کہتے ہیں۔

انسان کے اندر کی یہ کش مکش معاشرہ میں موجود بدی اور نیکی کی کش مکش سے براہ راست متاثر ہوتی ہے۔

چنانچہ قرآنی نقطہ نظر کے مطابق اخلاقی سربلندی کے لئے ضروری ہے کہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر بدی کا خاتمہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نہ صرف اندرونی کش مکش بلکہ بیرونی کش مکش پر بھی قابو پایا جائے۔ قرآن کا یہ نظریہ عیسائیت کے بالکل برعکس ہے۔ چنانچہ ہم یہاں دونوں نظریات کی تکنیک کا مختصر جائزہ پیش کر رہے ہیں۔

اندرونی کش مکش پر قابو پانے کا طریقہ

قرآن مجید نے انسانی فطرت کے دو پہلوؤں نفس امارہ اور نفس لوامہ اور ان کے درمیان

تصادم کی تصدیق کی ہے۔ مزید براں قرآن مجید نے یہ تصدیق بھی کی ہے کہ نفس لوامہ کی ایماء پر نفس امارہ کو کچل کو اس تصادم کی صورت حال پر قابو پایا جاسکتا ہے جس کے نتیجہ میں نفس، النفس لمطمئن میں تبدیل ہو جاتا ہے، اس سلسلہ پر عمل کرتے ہوئے آدمی ذہنی الجھنوں سے مربوط ومضبوط شخصیت بنتا ہے اور اپنے اعمال کے ذریعہ اخلاقی قانون کا احترام کرتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ شرائط کیا ہیں جن پر عمل کر کے روحانی تبدیلی حاصل کی جاسکتی ہے۔

تین شرائط پر عمل پیرا ہو کر مذکورہ روحانی تبدیلی کے عمل میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

(ا) ایک ایسا ٹھوس اور باضابطہ اخلاقی قانون ہو، جس سے فرد کو انسانی فطرت کے لئے مناسب اخلاقی تکمیل کی یقین دہانی حاصل ہو۔

(۲) اخلاقی تکمیل کا ایسا کامل نمونہ سامنے ہو جس کو دیکھ کر یہ یقین حاصل ہو کہ اخلاقی اقدار پیدا کئے جاسکتے ہیں اور اخلاقی اصول پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

(۳) تزکیہ نفس کی مشق صرف نظریاتی امکان تک محدود نہ رہے بلکہ عملی ہو۔

قرآن کی راہنمائی تمام شرائط پر پوری اترتی ہے:

اول : قرآن مجید میں ٹھوس اخلاقی قانون ہے۔

دوم: قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں نمونہ کامل پیش کیا ہے۔

''درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے''۔(۳۳:۲۱)

سوم: اس آسمانی صحیفہ میں تزکیہ کے ذریعہ انسانی شخصیت میں روحانی تبدیلی کا ثبوت محض امکان کے طور پر نہیں بلکہ تاریخی حقیقت کی شکل میں موجود ہے۔

''درحقیقت اہل ایمان پر اللہ نے یہ سب سے بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہیں میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا ہے جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے۔ ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریحاً گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔''(۳:۱۶۴)

اب ہم پھر تزکیہ کا ذکر کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے اپنی راہنمائی کے ذریعہ سچے مسلمان کو چند ہمیشہ موجود رہنے والے طاقتور احساسات عطا کر دیئے ہیں۔ ان میں سے ایک خدا کا عشق

اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا خوف ہے۔ دوسری طرف عشق رسولؐ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل وفاداری۔ یہ احساسات مسلمان کی جذباتی زندگی سے نفسیانی خواہشات کی قوتوں کو (جو احکام خداوندی کے خلاف ہوتی ہیں) کم کر کے تزکیہ نفس کو ممکن بناتے ہیں۔

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس میں کہ تم مسلم ہو''۔ (۱۰۲:۱۱۱)

''ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔'' (۱۱:۱۶۵)

رسول اکرمؐ کی محبت اور حُرمت

''بلاشبہ نبیؐ تو اہل ایمان کے لئے ان کی ذات پر مقدم ہے۔'' (۳۳:۶۱)

(یعنی ان کی تمام ترجحت اور حرمت کا حقدار ہے) اللہ تعالیٰ کی محبت اس شرط پر قائم ہے کہ وہ کامل مطلق ہے۔

''وہ (اللہ تعالیٰ) اپنی ذات میں کامل مطلق ہے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی بنیاد رسولؐ کی روحانی اور اخلاقی شخصیت کی عظمت پر یقین رکھنے میں ہے۔

''اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبہ پر ہو''۔

اپنے پیروکاروں کے ساتھ رسولؐ کے عمل کے سلسلہ میں ہمیں یہ نکات ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ:

(۱) یہ اُن (حضور اکرمؐ) کی روحانیت کا اثر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمان کی زندگی میں تزکیہ کا سب سے طاقتور ذریعہ قرار دیا ہے۔

(۲) مسلمان میں تزکیہ پیدا کرنے کے سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنیادی عمل ان کے دیگر اعمال پر جو فرض وسیلہ ہیں، وقت اور خلاء کی حدود میں ماوراہیں۔

(۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی اثرات صرف ان کی حیات کے عہد کے لوگوں تک کے لئے محدود نہیں تھے، بلکہ اس وقت سے اب تک یہ اثرات موجود ہیں اور قیامت تک قائم رہیں گے۔

قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات میں یہ حقائق درج ہیں:

''وہی ہے جس نے اُمیوں کے اندر ایک رسولؐ خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ گمراہی میں پڑے ہوئے تھے اور (اس رسولؐ کی بعثت) ان دوسرے لوگوں کے لئے بھی ہے جو ان سے نہیں ملے ہیں۔ اللہ زبردست اور حکیم ہے۔ یہ اس کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے اور وہ بڑا افضل فرمانے والا ہے۔'' (۱۱:۲/۳/۴×۷)

''اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا ہے، روشن چراغ بنا کر'' (ایسا چراغ جو انسانیت کے لئے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کے لئے راستہ پر روشن ہے۔)

ہمارے لئے رسولؐ کی تشویش اور عمل

''دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسولؐ آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے۔ تمہارا نقصان میں پڑنا اُس پر شاق ہے۔ تمہاری فلاح کا وہ حریص۔ ایمان لانے والوں کے لئے وہ شفیق اور رحیم ہے۔'' (۱×:۱۲۸)

اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کے اظہار کے لئے ضروری ہے کہ اُلوہی استاد اور انسان کامل کے نمونے کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے۔

''اے نبی لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ (۱۱۱:۳۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غیر جانبدار و غیر مشروط وفاداری سے وابستہ ہے۔ یہ وفاداری بھی عملی اور جذباتیت سے عاری اور برتر ہونی چاہئے۔

چنانچہ تزکیہ کے لئے سب سے زیادہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے محبت کی ضرورت ہے۔ فکر بہم اور اس قدر شدید ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی شخصیت کے ذریعہ رحمتِ الٰہی جذب کرنا ممکن ہو جائے۔ روحانی پاکیزگی اور اخلاقی قوت کا وہ درجہ حاصل ہو جائے جس کے ذریعہ انسان تمام نفسانی خواہشات پر غلبہ حاصل کر کے خوشی اور آسانی کے ساتھ اخلاق کی اعلیٰ شرائط کو پورا کر سکے، اس مقصد کے لئے پورے خضوع و خشوع سے ذکر اللہ اور جس قدر اور جہاں ممکن ہو سکے رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہنے سے ایک بنیادی عادت قائم ہو جاتی ہے۔

تزکیہ کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا اندرونی تعلق پیدا کیا جائے جو زندہ ہو ۔ یہ تعلق صرف عشق حقیقی سے پیدا ہوتا ہے ۔ عشق کے لئے ضروری ہے کہ معشوق حقیقی کی فرمانبرداری کسی شک کے بغیر کی جائے اس طرح جذبہ فرمانبرداری جس قدر گہرا ہوگا عشق حقیقی اس قدر وسیع اور گہرا ہوگا۔

بہرکیف محبت (یا عشق) سے قدر شناسی پیدا ہوتی ہے۔قدر شناسی بغیر علم کے ممکن نہیں ہے۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کی تلاش ایمان کے ساتھ شروع کرتا ہے ۔ بنیادی طور پر ایمان فطری ہوتا ہے تاہم مناسب پہلوؤں سے ایمان کا حصول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ذریعہ ہوتا ہے، جن کی حیثیت اس محور کی ہے جس کے گرد ایمان کا پورا ڈھانچہ گردش کرتا ہے، دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبرؐ خدا ایک ایسا دروازہ ہیں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا متلاشی اس صراط مستقیم پر گامزن ہوسکتا ہے جو باری تعالیٰ تک پہنچتا ہے ۔ یہ صراط مستقیم اللہ کے پیغمبرؐ کی شخصیت پر نازل کردہ قرآن کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے ۔ چنانچہ رسول اللہؐ ایک ناگزیر وسیلہ ہیں (۷:۳۸) جب کہ اللہ تعالیٰ وہ مقصد ہے جس تک وسیلہ کے ذریعہ پہنچنا ہے۔ (۷:۱۱۱:۴۲)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور عشق کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور عشق میں محو ہوجانا لازمی امر ہوگیا۔ اللہ کے رسول بھی چونکہ بشر ہیں اس لئے کسی انسان کیلئے ان کو پہچاننا ناممکن نہیں ہے ۔ ان کو پہچاننا ان کی فرمانبرداری اور محبت کے لئے پیشگی شرط ہے۔

ایسی صورت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک عقلمند مصلح نہیں رہے بلکہ اس کے ساتھ ہی آپ کی شخصیت کے چند عظیم پہلو بھی اجاگر ہوگئے جن میں اللہ تعالیٰ سے انتہائی قریبی تعلق انتہائی اہم پہلو ہے۔ چنانچہ رسولؐ کی شخصیت کو پہچاننے کے لئے ذہنی اور روحانی دونوں ادراک ہونا ضروری ہیں۔

جہاں تک ذہنی رابطہ کا تعلق ہے اس کے لئے دو راستے ہیں ۔ قرآن وسنت ۔ قرآن ان کی پیغمبرانہ روشن ضمیری کی زندہ مثال اور آپؐ کی شخصیت کا آئینہ ہے۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنی غیر معمولی ذہانت اور پاکیزگی کے ساتھ بیان کیا۔ جب کہ انسان کامل اللہ اور اللہ تعالیٰ کے وجود کے بنیادی ثبوت کے شاہد کی حیثیت سے رسول اکرمؐ کے سلوک اور برتاؤ کے ریکارڈ کا نام سنت ہے۔ جس کو انسانوں نے جمع کیا ہے۔

مندرجہ بالا دونوں علوم کا مستقل مزاجی سے اس وقت تک مطالعہ جاری رکھنا چاہئے ، جب تک کہ ذہن انسانی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کی عظمت و برتری کے تمام پہلو یکجا اور جاگزیں نہ ہوجائیں اور صراط مستقیم کی راہنمائی کرنے والا روشن ستارہ بن جائیں ۔ قرآن وسنت کا مطالعہ جس قدر زیادہ ہوگا اس علم میں اتنی زیادہ گہرائی پیدا ہوگی ۔ اس کے ساتھ ہی عشق رسول میں اضافہ ہوتا جائے گا اس عشق کے دوش بدوش بغیر کسی ہچکچاہٹ کے رسول اکرم کی پیروی کرنے کا ولولہ پیدا ہوگا ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری میں پوشیدہ ہے ۔(۸:۱۷) اس لئے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری خود بخود حاصل ہوجائے گی۔

ان تمام اعمال کا اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک زندہ، محرک اور فعال تعلق قائم کیا جائے جو کہ اپنے وجود میں ماورا ہو، اس کے ساتھ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا ادراک اور ان سے روحانی تعلق پیدا کرنے کی قوی مشق بھی بنیادی اہمیت کی حامل ہے تا کہ اس ارفع ترین مقصد کے حصول کے لئے ایک لامتناہی تعلق قائم کرلیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہونے کے لئے حضور اکرمؐ کی شخصیت ورحمت کا روحانی اثر حاصل کرنا ضروری ہے تا کہ وہ قوت حاصل ہوجائے جو اس کار عظیم کے لئے لازمی ہے۔

ان تمام اعمال کا اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک زندہ، محرک اور فعال تعلق قائم کیا جائے جو کہ اپنے وجود میں ماورا ہو۔ اس کے ساتھ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا ادراک اور ان سے روحانی تعلق پیدا کرنے کی قوی مشق بھی بنیادی اہمیت کی حامل ہے تا کہ اس ارفع ترین مقصد کے حصول کے لئے ایک لامتناہی تعلق قائم کرلیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہونے کے لئے حضور اکرمؐ کی شخصیت ورحمت کا روحانی اثر حاصل کرنا ضروری ہے تا کہ وہ قوت حاصل ہوجائے جو اس کار عظیم کے لئے لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ صلوٰۃ وسلام میں مشغول رہیں۔ صلوٰۃ وسلام میں جس قدر خلوص ہوگا، روحانی پاکیزگی اسی قدر زیادہ ہوگی ۔ روحانی پاکیزگی جس قدر زیادہ ہوگی ، اخلاقی عمل میں اسی قدر زیادہ ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ حضور اکرمؐ کو مثال اور نمونہ کامل تسلیم کر کے ان کے لئے مکمل طور پر ذہنی وقلبی محبت پیدا کی جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور فرمانبرداری میں اضافہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی محبت

اور فرمانبرداری کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ بے شک محبت اور فرمانبرداری میں ایک ساتھ اضافہ ہوتا ہے۔ کیونکہ رسول اکرمؐ پر صرف کی جانے والی توجہ نہ صرف اللہ تعالیٰ پر مرکوز ہوتی ہے بلکہ کسی مسلمان کے لئے روحانی تلاش وجستجو کے لئے یادالٰہی کی وہ بنیادی مشق ہے.جس کے ساتھ صلوٰۃ وسلام توصیفی عمل ہے۔

یاداللہ بنیادی مشق ہے.جس کا مقصد قرب الٰہی حاصل کرنا ہے۔(۱۹:۱۷) یہ عارضی نہیں ہے۔ چنانچہ اس پراس طرح عمل کرنا چاہئے کہ ساری دنیا سے توجہ ہٹی ہوئی ہواور خدا پر بھرپور توجہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اس میں انتہائی کثرت ہو (۴۵)......... بلکہ ہر حالت اور ہر وقت ہو ۔(۱۹:۱۱۱) تیسرے اس میں اللہ تعالیٰ کی علامت پر بھی غور وفکر شامل ہونا چاہئے۔ جو سارے عالم پر طاری ہے۔(۹۱:۱۱۱) قرآن مجید میں موجود الٰہی رہنمائی کے ہمراہ اس کو ہونا چاہئے (۲۹:)......... نیز اپنی زندگی کو ممکن حد تک اس کے مطابق ڈھالنے کے لئے سنجیدہ کوشش وغیرہ ۔ (۱۱:۲۰۶) ۔ یہ تمام مشق روشن ضمیری اور عقل ودانش کے ذریعہ کرنی چاہئے وغیرہ (۳۰:۱۱۷) تاکہ محبت کے حصول کے لئے تمام محبت وشفقت کا عملی نتیجہ اور پھل ہر قدم پر حاصل ہو، ابدیت کا مسافر اعلیٰ سے اعلیٰ اور ارفع سے ارفع سطح پر روحانی پرواز اور اخلاقی ترقی حاصل کرسکے ۔جس کے ساتھ روح کی پاکیزگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوسری اخلاقی عمل کے لئے خواہش میں پاکیزگی میں اضافہ ہو۔

بے شک ایک جدوجہد کرنے والے باضمیر مسلمان کی زندگی میں تزکیہ نفس کی یہ ذہنی وروحانی جدوجہد اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندگی اور فرمانبردارانہ تعلق نہ قائم کرے وہ اس حد تک اللہ تعالیٰ کو پہچاننے لگتا کہ وہ مستحکم انداز سے اللہ تعالیٰ کی مرضی پر عمل کرنے لگتا ہے۔ لفظ اسلام کے معنی یہی ہیں اللہ تعالیٰ اخلاقی زندگی میں اس پر باکمال مہربانی مقصد کی پاکیزگی عطا کرتا ہے، جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے جیسا کہ قرآن مجید میں کہا گیا:

"اے ایمان لانے والو! اگر تم خدا ترسی اختیار کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کسوٹی بہم پہنچاتا رہے گا اور تمہاری برائیوں کو تم سے دور کردے گا اور تمہارے قصور معاف کردے گا، اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔(۲۹:۱۱۱۷)

اس طرح یہ حقیقت مبالغہ آرائی تو نہیں ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ پر ایمان کا جو

مطلب ہے وہ یہ ہے کہ صرف اقرار ایمان نہ ہوا بلکہ اس پر عمل کیا جائے۔ تزکیہ کی سخت مشق اور نظم وضبط کے بغیر عملی ناممکن ہے۔ ایمان صرف اللہ تعالیٰ پر نہ ہو بلکہ رسول اکرمؐ پر بھی ہو۔ یہ ایمان باعمل اور عمل کبھی فعال کیونکہ اللہ کے رسول کی شخصیت کو ہر آنے والے زمانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور یہ کہ تزکیہ کے لئے اور ہی ذریعہ بنایا جائے۔(۶۔۲)

مندرجہ بالا تناظر میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ خدا لافانی ہمیشہ رہنے والا اور ہر جگہ موجود رہنے والا ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ رابطہ ناممکن ہے۔ اللہ کے رسولؐ انسان تھے ان کی رحلت کو بھی عرصہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخاصلت اور قریبی روحانی تعلق کس طرح پیدا کیا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں اس غلط فہمی کا انتہائی واضح اور غیر مبہم جواب موجود ہے۔ اول، انسانی شخصیت موت کے بعد فنا نہیں ہو جاتی ہے بلکہ یہ وجود کی ایک شکل ہے، دوسری شکل میں چلی جاتی ہے اس کی شناخت برقرار رہتی ہے یعنی موت کے بعد ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ دوم: مسلمانوں سمیت مختلف نوعیت کے انسانوں کے لئے موت کے بعد زندگی کا معیار علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ شہداء کے لئے کہا ہے کہ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قربان ہوئے ہر گز مردہ نہ سمجھنا وہ زندہ ہیں تم انہیں دیکھ نہیں سکتے"۔(۱۵۴:) انہیں مردہ نہ سمجھنا جو اللہ کی راہ میں قربان ہوتے ہیں وہ زندہ ہیں، خدا سے اپنی غذا پاتے ہیں، خوش قسمت ہیں وہ لوگ کیونکہ اللہ نے ان پر ان لوگوں کے لئے اپنی رحمت نازل کی ہے جو ان کے ساتھ نہیں بلکہ پیچھے رہ گئے۔ ان کے لئے غم واندوہ اور خوف نہیں ہے وہ خوش ہوتے ہیں کیونکہ انہیں اللہ کی رضا اور مہربانی حاصل ہے:(۱۷۱:۱۶۱:۱۱۱)

یہاں موت کے بعد ایک عام مسلمان اور شہیدوں کی زندگی کے معیار کا فرق بالکل واضح ہے۔ موت کے بعد شہید کی زندگی ایک معمولی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی رحمتوں اور سرگرمیوں سے بھرپور ایسی زندگی ہے جس میں ان مسلمانوں سے بھی وابستگی برقرار رہتی ہے جنہیں شہداء دنیا میں چھوڑ جاتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ شہداء کون ہیں جن کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ پیغمبرؑ خدا کے روحانی بچے ہیں اس طرح وہ نہ صرف اعلیٰ درجہ پر جگہ پاتے ہیں بلکہ جنہیں صدیق کا خطاب ملا ہے ان کے بعد ان ہی کا درجہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اپنے پیروؤں میں برتر حیثیت کے حامل ہیں بلکہ سردار الانبیاءؑ ہونے کی وجہ سے پوری کائنات سے اعلیٰ و برتر ہیں اس لئے ان کی حیات بعد الموت بھی

ان کے مطابق عقل ودانش کی میزان سے بالاتر ہے۔

درحقیقت اسلامی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ ماورائی طور پر ایک ایسی فیلوشپ قائم کی جائے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے واحد ہو، لیکن ماورائی ہونے کے باوجود یہ اس کرۂ ارض پر حاصل ہو، تاہم ان کا حصول اسی وقت ممکن ہے جب انسانی وجود کی، ماورائی سطح پر سرگرمی، پاکیزہ اور بالکل صادق ہو۔قرآن مجید نے اس فیلوشپ کے حصول کا ذکر یوں کیا ہے:

''جواللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین اور شہداء اور صالحین کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو کی میسر آئیں یہ حقیقی فضل ہے جو اللہ کی طرف سے ملتا ہے اور حقیقت کے لئے بس اللہ ہی کا علم کافی ہے۔''(۱۷:۶۹)

یہ ساتھ روحانی ساتھ ہے، عالم وجود کے ماورائی پہلو کا ساتھ ہے۔ یہ ساتھ محض نظریہ، پسند ہے بلکہ ایک زندہ اور نتیجہ کے طور پر حاصل کردہ ساتھ ہے۔ یہ سورج، یہ چاند اور زمین کی طرح فعال ساتھ ہے۔ جس طرح سورج روشنی اور کرۂ ارض اور دوسرے سیاروں پر خدا کی پیدا کردہ تمام وجود کی حیات کا ذریعہ اور چاند سورج کی روشنی کا عکس ہے، جس طرح پانی ہمیشہ ایک آبشار سے اوپر سے نیچے کی طرف گرتا ہے اسی طرح روحانی فیضان بھی نظر نہ آنے والی ماورائی روشنی کی کرن سے ہیں۔ انہیں وصول کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی روحانی سطح اس قدر بلند کی جائے کہ جہاں روشن چراغوں کے ساتھ فیلوشپ ممکن بن جائے، ان روشن چراغوں میں عظیم ترین اور روشن ترین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت ہے جن کی شخصیت میں خدا کی لامحدود برکتیں شامل ہیں۔ یقیناً جس طرح مقناطیس کی صحبت اختیار کر کے لوہا بھی مقناطیس بن جاتا ہے یا جس طرح بے خوشبو کی چیز گلاب یا کلی یا یاسمین کی صحبت میں رہ کر اس قسم کی خوشبو کی حامل بن جاتی ہے اسی طرح تزکیہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی مقدس اور برگزیدہ شخصیتوں کی صحبت کے فیض سے اعلیٰ سے اعلیٰ تر تقدس کا حامل ہوتا جاتا ہے۔

یہاں ایک اور اہم مسئلے کا بھی جائزہ لینا چاہئے، یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ اگر تزکیہ میں استعداد کے ساتھ اور اس قدر اعلیٰ سطح اور شدید نظم وضبط شامل ہے تو پھر ایک عام مرد یا خاتون کے لئے کس طرح ممکن ہے کہ وہ مقصد کی وہ پاکیزگی حاصل کرے جس کا مطالعہ قرآن نے کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ افراد کے اجتماع سے تشکیل پذیر ہوا ہے۔ یہ افراد روحانی طور پر ترقی پسند و اخلاقی طور پر بلند، ذہنی طور پر بیدار اور اقتصادی وسیاسی طور پر بے فکر

ہونے کے نظریہ پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ پوری اسلامی برادری سے انتہائی جوش و خروش اور شدید نظم وضبط کے ساتھ اسی نظریہ کے پابند ہونے کی توقع کی جاتی ہے۔ اس طریقہ کار کے ذریعہ اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل افراد کم صلاحیتوں کے لوگوں پر اپنی شخصیت کا اثر ڈالتے ہیں۔ معاشرتی نفسیات کا یہ ایسا قانون ہے جس پر منکر خدا سے لے کر خدا کو ماننے والا معاشرہ اور اوائل اسلام کا معاشرہ اور چین کی موجودہ نظریاتی کمیونسٹ معاشرہ سمیت تمام نظریاتی معاشرہ عمل پیرا ہے۔

درحقیقت ہر معاشرہ میں صلاحیت اور کامیابی کی بنیاد پر فطری درجہ بندی ہے۔ ہر انسان کی خصوصیات یکساں نہیں ہوتی ہیں۔ اس لئے عام سطح سے بلند ہو جانے والوں کی روحانی اخلاقی او رذہنی کامیابیوں کی حقیقی اہمیت ہے۔ یہی تمام چیزیں بنیادی طور پر نظریہ کے پس پشت رہتی ہیں اور اسی سے اسلامی قیادت کا مسئلہ سامنے آتا ہے۔

تزکیہ اور اسلامی قیادت

اسلامی معاشرہ کی بنیادیں دراصل مذہبی، اخلاقی اقدار پر قائم ہیں۔ اس لئے جو کبھی مسلمانوں کو قرآن کے بتائے ہوئے مقصد تک پہنچانے کے لئے ایمانداری کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ اس کی شخصیت میں روحانی، اخلاقی اور ذہنی استعداد بدرجہ اتم موجود ہونی چاہئے۔ یہی قرآن اور اسلامی تاریخ کا فیصلہ ہے۔ لیکن اس قسم کی شخصیت کی تعمیر کس طرح ممکن ہے، محض جذباتیت، محض تصور، محض دانشوری، محض رہنما، محض رسمی تبلیغ سے یا محض اسلام کے نام پر سیاسی مظاہرہ بازی سے ان تمام قیاسات کا جواب ہے پسند اور ہزار مرتبہ پسند۔ انسانی شخصیت کو خالص سونے میں تبدیل کرنے والا واحد الکیمیا شدید نظم وضبط کا حامل اور ارفع ترین تزکیہ ہے۔ جس کی تعلیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اسلامی تاریخ کی ان مقتدر ہستیوں نے اسی پر عمل کیا، جنہوں نے اسلام کی فعال قیادت کی باگ ڈور سنبھالی اور تاریخی کامیابیاں حاصل کیں۔ قادریہ روحانی سلسلہ کے بانی غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی بھی ایسی ہی ایک شخصیت تھے۔ انہوں نے اپنی فعال شخصیت کی روحانیت اور کسی سیاسی اقتدار کے بغیر ایسی قوتوں کی تعمیر کی جنہوں نے ایک طرف جنوبی قاتلوں کو ہمیشہ کے لئے کچلا اور دوسری طرف اس وقت فلسطین میں صلیبیوں کی باطل قوتوں کا زور توڑا۔

حضور اکرم کو اللہ تعالیٰ نے کائنات سے بھی پہلے پیغمبر بنا کر پیدا کیا تھا۔ اس لئے انہیں اس

مقصد کے لئے کسی روحانی مشق کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے قبل پندرہ سال تک مسلسل دنیا سے علیحدگی اختیار کر کے غار حرا میں عبادت کرتے رہے۔ اعلان نبوت کے بعد تا حیات تاریخ انسان کے انقلاب عظیم سے متعلق گوناگوں مصروفیات کے باوجود اپنے بے لوث جذبہ کے ساتھ راتوں کو عبادت اور دن کو روزہ اور عبادت دونوں کر کے اخلاق اقدار کے انتہائی مدارج پر پہنچ گئے ،جس کے باعث ان کی عظیم شخصیت کے ہشت پہلو انسانیت کی بہبود کا ایک سیل کارواں بن گئے۔ یہ مشق ان کے کردار کی انتہائی نمایاں خصوصیت بن گئی۔اپنی اس عادت سے انہوں نے مستقبل میں ہونے والے اسلامی قائدین کے لئے سنت کی داغ بیل ڈال دی۔

تاریخ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے بہت سے پیرو ملتے ہیں جنہوں نے سنت کی اہمیت کو سمجھا ،اس سنت کے عظیم پھل سید عبدالقادر جیلانی ہیں ،جن کا ہم قبل ازیں حوالہ دے چکے ہیں۔تاریخ میں یہ بات موجود ہے کہ سید عبدالقادر جیلانیؒ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تتبع میں اپنی رسمی تعلیم کے دوران شام کے وقت جنگلوں میں چلے جایا کرتے تھے اور اکتساب علم کے بعد انہوں نے بھی دنیا کو خیر باد کہہ کر جنگلوں کی راہ لی اور کئی سال خدا سے لو لگاتے رہے بالآخر انہیں اعلیٰ درجہ کا شدید نظم وضبط یعنی تزکیہ حاصل ہو گیا۔جس نے نہ صرف اولیاء اللہ کے درمیان انہیں عظیم المرتبت بنا دیا بلکہ تاریخ کا رُخ موڑ دیا۔

تاریخ اسلام روحانی آفتاب وماہتاب سے بھری ہوئی ہے ،جنہیں عام طور پر صوفی کہا جاتا ہے جو انسانیت کو ساحل مراد تک لانے کیلئے تزکیہ کی کشتی میں سوار ہو کر شدید امتحانات کے مراحل سے گزرتے ہوئے عظمت تک پہنچتے ہیں۔ان میں سے ایک خواجہ معین الدین سنجری اجمیریؒ ہیں، جنہوں نے فوج اور سیاسی طاقت کے بغیر تن تنہا اپنی روحانی قوت کے زور سے ایک دشمن آبادی کے قلب میں پرچم اسلام نصب کر دیا۔جس کے نتیجے میں جنوب ایشیائی برصغیر میں ہمیشہ کے لئے تاریخ کا رخ بدل دیا ان میں سے ایک ہرات کے شیخ الاسلام عبداللہ الانصاریؒ ہیں ،جنہوں نے صرف اپنی روحانی قوت سے جبر واستبداد اور بدعنوانی کا مقابلہ کیا اور انہیں اپنے سامنے سرنگوں ہونے پر مجبور کر دیا۔انہیں میں نقشبندی سلسلہ کے صوفی ہیں۔انہوں نے نامساعد حالات میں جب مسلمانوں کا وقار ختم ہو رہا تھا ،کسی مادی وسائل کے بغیر صرف اپنی روحانی قوتوں کے بل بوتے پر اسلام کے ایسے دشمنوں کے دلوں کو جیت لیا ، جنہوں نے ہلاکو خاں کی قیادت

میں مسلمانوں کی سیاسی قوت کو تہہ وبالا کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ان لوگوں نے پوری تیاری سے میدان میں موجود بودھ اور عیسائیت کے زور باطل کو توڑا۔ ان ہی میں درجنوں ایسے ہیں جنہوں نے تزکیہ سے احتراز کرنے والے مسلمان مذہبی رہنماؤں کے برخلاف تزکیہ کر کے وسیع اور لاتعداد انسانوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔

افسوس، عالم اسلام کے موجودہ قائدین نے تزکیہ سے اپنا دامن چھڑالیا ہے، جس کے باعث انسانیت تو درکنار وہ صرف مسلمانوں کو بھی مستفیض کرنے سے قاصر ہیں اور عالم اسلام اسلامی اقدار کی شکست وریخت کے ایک ایسے دور سے گزر رہا ہے جس کا ذکر کرنا بھی دشوار ہے۔ دہریت کی قوتیں عفریتوں کی طرح اسلامی برادری پر حملہ آور ہو رہی ہیں۔

عالم اسلام کو قرآن اور سنت میں درج اصولوں وضوابط کے تحت ٹھوس تزکیہ کی تلاش کا احیاء کرنا ہوگا تا کہ مسلم طرز کی صحیح اسلامی قیادت اعلیٰ سطح اور وسیع پیمانہ پر ابھرے اور اسلامی مشن کی تکمیل کے لئے مفید طور پر کام کرے۔

جہاں تک مسلمانوں کی موجودہ مذہبی قیادت کا تعلق ہے ان میں سے خواہ وہ افراد جو بطور صوفی مشہور ہیں یا جو تصوف کے مخالفین ہیں، خواہ سیاسی احتجاج کرنے والے علماء ہوں یا پیشہ ور علماء اور مصنفین کوئی بھی بدی کی ان قوتوں کا سدباب کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا ہے جو دنیا کو اپنے زور باطل میں بہائے لے جا رہے ہیں۔

بیرونی تصادم کو حل کرنے کی تکنیک

بدی اور نیکی کا تصادم نہ صرف انسان کی اندرونی دنیا میں ہوتا رہتا ہے بلکہ بیرونی معاشرہ میں بھی یہ کشمکش جاری ہے۔ اگر انسان کے اخلاقی اقدار کی سطح کو بلند کر دیا جائے تو اس کشمکش پر قابو پایا جا سکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان معاشرہ میں رہنے کا عادی ہے۔ معاشرہ میں پیدا ہوتا ہے، اور اسی میں پرورش پاتا ہے۔ اس معاشرہ کی بدی اور نیکی کے اثرات انسان کے کردار کی تشکیل میں اثرانداز ہوتے ہیں، یہ اثر نیکی اور بدی دونوں سمتوں میں ہوتا ہے۔ اگر انسان کو واقعی صحیح اخلاق کا نمونہ بنانا ہے تو ضروری ہے کہ معاشرہ کی تشکیل بھی اخلاقی طرز پر رکھی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے اسلامی اخوت کا درس دیا ہے تا کہ انسانی معاشرہ کو اخلاقی نظام پر قائم کر دیا جائے۔

ہر اس شخص کو جو معاشرہ کو اخلاقی نظام میں تبدیل کرنے کی جدو جہد کر رہا ہے ایک چیلنج درپیش ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ وہ اس کام پر مامور کر دگئے ہیں وہ اپنی تمام تر قوتوں سے اس چیلنج کا مقابلہ کریں اور کسی لمحہ کی تاخیر کے بغیر بدی کی طاقتوں کو شکست دینے اور نیکی کی قوتوں کو فتح یاب کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیں۔ قرآن مجید اس عمل کو جہاد کے نام سے موسوم کرتا ہے۔

انسانی فطرت میں دو ترغیبات، تمنا اور خطرہ انسان کی خوبیوں کو مہمیز کو ایڑ لگا کر اجاگر کرتی ہیں۔ جہاد میں یہ دونوں ترغیبات شامل ہیں۔ کامیابی کے لئے زیادہ اہم اور زیادہ مشکل تمنا ہے اور انسانی معاشرہ کو اخلاقی نظم وضبط کے مطابق ڈھالنے سے بڑھ کر کوئی دوسری سماجی خواہش نہیں ہوسکتی ہے۔ یہ مقصد جس قدر عظیم ہے اس میں خطرات بھی اسی قدر ہیں اور جتنے زیادہ خطرات ہیں منظم جدو جہد اور کردار کی سالمیت کو برقرار رکھنے کی ترغیبات بھی اتنی ہی زیادہ ہیں جتنی وافر مقدار میں یہ ترغیبات ہیں تزکیہ کی قوت بھی اتنی ہی زیادہ ہے•••

دعائے تحصیل علم

میں علم کی ہوں پیاسی تیرے حضور آئی
کرتی ہوں عاجزی سے تجھ سے دعا خدایا
تو مجھ پہ رحم فرما یا ربی زدنی علما.......... یا ربی زدنی علما

صدق وصفا عطا کر صبر ورضا عطا کر
دل کو ضیا عطا کر علم اے خدا عطا کر
میری مراد برلا یا ربی زدنی علما.......... یا ربی زدنی علما

ہو نیک ہر ارادہ سینہ بھی ہو کشادہ
میرے لئے ہو آساں علم وہنر کا جادہ
پوری ہو یہ تمنا یا ربی زدنی علما.......... یا ربی زدنی علما

تو مجھ کو خوش بیاں کر میٹھی میری زباں کر
خود مجھ پہ مہرباں ہو پھر سب کو مہرباں کر
مجھ پہ یہ لطف فرما یا ربی زدنی علما.......... یا ربی زدنی علما

دور جہل کا اندھیرا دنیا سے ہو ہمارا
میں علم کے فلک کا بن جاؤں ایک ستارہ
روشن ہو مجھ سے دنیا یا ربی زدنی علما.......... یا ربی زدنی علما

پیشکش: ادارۂ ماشاءَ اللہ بنگلور
ناشر ساؤتھ انڈیا مرکزی انجمن شمع ادب کرناٹک